اِنکشافِ حقیقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ جماعت کے بعض بزرگوں سے خدا واسطہ ایک شہادت کی درخواست

اور

اِس پر مفتی محمد صادق صاحب اور اُن کے رفقاء کا طریق عمل

میرا اشتہار بطلب حلفیہ شہادت متعلقہ اعتقادات متنازعہ جماعت احمدیہ اس وقت جماعت احمدیہ کے سامنے ہے۔ جماعت احمدیہ میں اُن جدید عقائد پر تنازعہ ہو رہا ہے۔ جن کی تعلیم کی جرأت میاں محمود احمد صاحب کو غیر احمدی پبلک میں تو شاید نہیں۔ لیکن جن کی ترویج احمدی جماعت میں نہایت تشدد سے غالباً اس لئے کی جاتی ہوگی۔ کہ جب تک عقائد کا اختلاف نہ ہو جماعت میں باہمی منافرت نہیں پھیلتی۔

ان عقاید متنازعہ میں ایک عقیدہ عالی حضرت مرشدنا جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور اُس کی حقیقت کے متعلق ہے۔ میں اپنا حلفیہ [illegible] شائع کرچکا ہوں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جس قسم کی نبوت کی تعلیم میاں صاحب جماعت احمدیہ کے اندر کرتے ہیں۔ اور جن کو غیر احمدی پبلک سے وُ[illegible]ی الامکان اخفاء کرتے ہیں۔ وُہ حضرت صاحب کی تعلیم و تصنیفات کے خلاف [illegible]ے۔ حضرت اقدس کی کھلی کھلی تعلیم کو میاں صاحب نے اپنے مخالف پا کر اسکے

کثیر حصّہ سے تو ایک لفظ کے ذریعہ اس طرح نجات پالی کہ حضرت اعلےٰ کی کل تصنیف ماقبل ۱۹۰۱ء متعلّق مسئلہ نبوّت حضرت اعلےٰ منسُوخ، مُتّرد اور ناقبل سند ہے۔ اور باقی تصنیف میں جو صریح اور صاف حصّہ تھا۔ اُس کو چھوڑ کر میاں صاحب نے متشابہ تحریرات میں لفظی تنازعہ شرُوع کر دیا ہے جسکی بنا ر بہت حد تک منطقی مغالطے اور غلط خیالات و دلائل ہیں۔ جن میں میاں صاحب اکثر پڑ جاتے ہیں۔ حیرت ناک امر یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جنہوں نے میاں صاحب کی بیعت کی .... اکثر نے اِس امر پر غور کرنے کی کوشش نہ کی۔ کہ حضرت اقدس کے کثیر حصّہ تصنیف کے متعلّق اگر منسُوخیت کا دروازہ کھُلا۔ تو پھر خود مصنّف کی علمی حیثیّت دُنیا کی نگاہ میں کیا رہجاوے گی۔ پھر جب ان دوستوں کی غیرت پر فرقہ کی دھڑہ بندی اس قدر غالب آگئی۔ کہ اُنھوں نے یہ نازیبا کلمہ اپنے مرشد اور مامور اور ایک مُلہم من اللہ کی قلم سے نکلی ہوئی تصانیف کے متعلّق ایک ایسے غیر مُلہم کے مُنہ سے سُنا۔ کہ جسکی تصنیف علمی غلطیوں سے بھی خالی نہیں ہوتی۔ اور وُہ کلمہ منسوخیت بھی ہوقت اُس سے سُنا۔ کہ جب ہمارے جواب میں سوا اِس امر کے اُس کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں رہا۔ تو کِسی نے بھی ایک منٹ کے لئے پرواہ نہیں کی۔ بلکہ غنیمت سمجھا کہ فریق مخالف کا جواب تو ہو گا۔ اِن حالات پر ہمارے پاس اور کیا چارہ تھا۔ کہ ہم اِن دوستوں سے حلفاً بیان لینے اور دریافت کرتے کہ حضرت اعلےٰ کی وفات تک امُور متنازعہ میں ان کا کیا عقیدہ اور علم تھا خصوصاً اُن تمام امُور میں جن کے متعلّق حلف طلب کیا گیا تھا۔ اس امر کا طے ہونا از بس ضروری تھا۔ کہ حضرت آقا مرزا صاحب کے تصانیف ماقبل ۱۹۰۱ء کے منسُوخ ہوجانے کا خیال کب جماعت احمدیہ میں پیدا ہوُا۔ کیونکہ اگر یہ منسُوخیت خود حضرت اقدس کی طرف سے ہوتی۔ تو اس سے اطلاع ہر چھوٹے بڑے کو ہوتی چنانچہ اِسی امر کو اور صاف کرنے کے لئے خود میاں صاحب مکرم سے بھی یہی

مطالبہ گذشتہ ۲۶-جولائی ۱۹۱۵ء کو بذریعہ پیغام صُلح بالفاظ ذیل کیا گیا +

" میاں صاحب کا یہ عقیدہ حاشا و کلاّ فروری ۱۹۱۵ء سے پہلے نہیں۔ سُنا گیا۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اور ہمارا گمان یہ ہے۔ کہ خود میاں صاحب کو ہماری تحریرات اس عقیدہ پر لے آئیں۔ اب اس کا فیصلہ میاں صاحب حلفاً کر دیں کہ خود اُن کے علم و یقین میں یہ عقیدہ۔ کہ حضرت مسیح موعود کو اپنی نبوّت کی حقیقت کا صحیح علم ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء سے پہلے نہ تھا۔ کب پیدا ہؤا۔ ایسا ہی میاں صاحب خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنا بیان شائع کر دیں اور فرما دیں۔ کہ میاں صاحب کو فروری ۱۹۱۵ء سے کسقدر پہلے اور کس سنہ میں یہ سمجھ آئی۔ کہ حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی کل تحریرات اپنی نبوّت کے متعلّق منسوخ اور مسترد ہیں۔ اور سند اور حجّت کے قابل نہیں "

میاں صاحب نے یہ اعلان کرکے۔ کہ حضرت اعلےٰ کی تصانیف ماقبل ۱۹۰۱ء مسئلہ نبوّت میں مسترد و منسوخ ہیں۔ یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ اگر وہ تصانیف مسترد نہ سمجھی جاویں اور قابل حجّت ہوں۔ تو پھر میاں صاحب کے عقاید سب کے سب فاسد اور باطل ٹھیرتے ہیں۔ اور حضرت اعلےٰ کی وہ نبوّت ثابت نہیں ہوتی۔ جس کے مُدعی میاں صاحب ہیں۔ لہذا ایک بھاری اور ضروری امر تنقیح طلب اس مقدمہ میں یہی ہے۔ کہ آیا یہ تصنیفات منسوخ ہیں یا نہیں۔ اگر یہ منسوخ ہوتیں۔ تو ضرور تھا۔ کہ ہم سب کو علم ہوتا۔ اب بالفرض اگر یہ علم ہم میں سے اور خود میاں صاحب کو بھی پہلے کبھی نہیں تھا۔ اور صرف ۱۹۱۵ء میں میاں صاحب کی توجّہ اور وُہ بھی ہماری تحریرات کے دفعیہ میں اس امر کی طرف پھر گئی۔ تو پھر ایک سلیم المزاج آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ میاں صاحب کی یہ تحریر بالکل غلط ہے۔ اور ممکن ہے کہ میاں صاحب کو بھی بلا ارادہ یہ غلطی لگ گئی ہو۔

میرا یہ خیال تھا۔ کہ میاں صاحب کو ان مطالبات پر غور کرنے سے دوبارہ غور و فکر کا موقعہ ملے گا۔ اور ممکن ہے کہ وہ رویہ اصلاح ہو جاویں۔ اور ان عقاید سے رجوع کریں۔ لیکن شاید خدا کے علم میں وُہ ابھی وقت نہیں آیا۔ اور جماعت کے لئے جو یہ ابتلا اس وقت پیدا ہو گیا ہے۔ ابھی اس کی میعاد شائد لمبی ہے۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ اور اب بھی خدا کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں۔ کہ میاں صاحب کی ذات ہم میں وجہ تنازعہ نہیں۔ ہاں میاں صاحب کے عقاید بالضرور باعث مخالفت ہیں جن کو ہم احمدیت اور اُس کی اشاعت کے لئے سخت مضر سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ میاں صاحب کا خود طریق عمل اس وقت ظاہر کرتا ہے۔ جس کی تشریح آگے کی جاوے گی اگر میاںصاحبؔ ان عقاید کو چھوڑ دیں۔ تو ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ آخر مولوی محمد علی صاحب اور ہمارے دیگر رفقار نے بھی ایک شرط پر میاںصاحب کو امیر قوم بنانا چاہا تھا۔ اور اُس شرط کی اصل بُنیاد میاں صاحب کے یہی عقاید تھے۔ جن کو وہ ہمارے مقابل تو پیش کرتے ہیں۔ اور جن کو غیر احمدی پبلک کے سامنے پیش کرنے سے گھبراتے ہیں اور اس لئے اُن کا اخفاء کرتے ہیں۔ جس سے یہ صاف نظر آتا ہے۔ کہ اُن کے علم میں ان عقاید کی اشاعت۔ اشاعت احمدیت کے لئے مضر ہے۔ کاش ہمارے دوست ہماری اس نیت نیک سے آگاہ ہوں۔ ہم ایماناً اور نیک نیتی سے اس بات پر یقین کئے ہوئے ہیں۔ کہ میاں صاحب کے عقاید نہ صرف غلط ہی ہیں۔ بلکہ احمدیت کی اشاعت میں بہ سخت مضر ہیں۔ لعنتی ہے وُہ شخص جو غیر احمدیت کو کفر تو سمجھے اور محض غیر احمدیوں کے پاس خاطر اس مسئلہ کفر کی مخالفت کرے۔ ایسا ہی نجاست خور ہے وہ لعنتی جو اس تحریر پڑھنے کے بعد ہم پہ الزام دے کہ ہم غیر احمدیوں کے لحاظ یا پاس خاطر یا کسی لالچ سے اُنھیں کافر نہیں کہتے اور فی الحقیقت اُنھیں کافر جانتے ہیں۔ کیا غیر احمدی اِس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو علے الاعلان مسیح موعود کہتے ہیں۔ اور مسیح ناصری کو فوت شدہ جانتے ہیں۔ اگر اُنھیں کی پاس خاطر ہمیں منظور

ہوتی تو ہم حضرت اعلیٰ کو مسیح موعود بھی نہ کہتے۔ ہم جو کچھ مرزا صاحب کے متعلق اعلان یا تبلیغ کرتے ہیں وہ وہی ہے جو ہم یقین کرتے ہیں۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اگر میاں صاحب کے عقاید فاسد پیدا نہ ہوتے تو حضرت کا مشن اس سے مُدت پہلے مقبول ہو جاتا۔ لیکن آج تو میاں صاحب کو بھی ہمارے قدم پر قدم رکھنا پڑا ہ

خدارا غور کرو اور اُن اشتہارات کو دیکھو اور خوب غور سے پڑھو جو میاں صاحب نے تھوڑے دن ہوئے۔ اردو سندھی (اور شاید کسی اور زبان) میں شائع فرمائے اُردو تو مینے قادیان کے ایک اخبار میں پڑھا۔ اور سندھی کا اشتہار ایک دوست نے خیرپور سے بزبان فارسی ترجمہ کرکے یہاں بھیجا ہے۔ اِن دو اشتہاروں میں حضرت مرزا صاحب کو صرف بطور مجدّد صدی پیش کیا گیا ہے۔ رأس مأۃ والی حدیث کا اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت کو قبول نہ کرنے والے کو موت جاہلیت کے حکم سے ڈرایا گیا ہے حضرت کے مجدد ہونے کی ایک یہ دلیل دی گئی ہے۔ کہ کسی اور نے مجدّدیت کا دعوے نہیں کیا۔ جو میرے نزدیک ایک قطعی دلیل ہے۔ مخاطبین کو مُسلمان کرکے پکارا گیا ہے۔ حتےٰ کہ ان اشتہاروں میں حضرت اعلیٰ کی اُس نبوت کے ذکر کرنے کی بھی میاں صاحب کو جرأت نہیں ہوئی۔ جن کے ہم بھی قائل ہیں اور جن معنوں میں ہم بالفاظ حدیث آپ کو نبی اللہ جانتے ہیں۔ پھر ان اشتہارات کے علاوہ میاں صاحب کی کتاب تحفۃ الملوک کو دیکھ لو۔ اس میں بھی یہی طریق اختیار کیا گیا۔ کیا اس کا نام مداہنہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر کیوں یہ الزام دوسروں پر لگایا جاتا ہے۔ کیوں یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت صاحب کو صرف بحیثیت مجدد پیش کرنا اُن کی حیثیت کو گھٹانا ہے۔ کہاں ہیں شاہجہان پور کے اور لکھنؤ کے ہمارے بعض دوست جنھوں نے مجھے زبانی کہا اور لکھا۔ کہ تم مرزا صاحب کو بطور مجدّد پیش کرکے۔ اور اُن کو اُس جماعت میں شامل کرکے جن میں سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی علیہ السلام ہیں۔ مرزا صاحب کی حیثیت کو گھٹاتے ہو

خدارا دھڑہ بندی کو چھوڑو اور اِس شعر پر عمل نہ کرو ؎

گر کہے غیر تو مجنوں ٹھہرے   شیخ بولے تو کرامت ہو جاوے

دیکھو میاں صاحب نے اب میرے قدم پر قدم رکھا ہے۔ مجھے جہاں کہیں موقعہ حضرت اعلےٰ کے دعوے کے متعلّق گفتگو کرنے کا ہُوا۔ میں نے اُن کو بطور مجدّد پیش کیا۔ خود چھپرے میں بابو اختر علی صاحب اِس امر کے شاہد ہیں۔ یہی سچی راہ ہے۔ پھر اگر میں حضرت اعلےٰ کو مجدّد کے طور پیش کروں تو تم اس کو مزیل شان مرزا سمجھتے ہو۔ اب کیوں اپنے مرشد سے نہیں پوچھتے۔ کیوں وُہ حضرت کی شان گھٹاتا ہے۔ مجھ میں اور اُس میں فرق یہ ہے۔ کہ مَیں پبلک میں وُہی کہتا ہوں جو میرے دِل کے اندر ہے۔ اور میاں صاحب کو اُن کی مصلحت اجازت نہیں دیتی۔ مَیں مداہنہ نہیں کرتا۔ ایک شخص جو کچھ اعلان کرتا ہے۔ اگر ایمان بھی وہی رکھتا ہو۔ خواہ وُہ غلط ہو اُسے مداہنہ نہیں کہتے۔ بلکہ مداہنہ و منافقت تو وُہ ہوتی ہے کہ ایمان کچھ اور ہو اور اعلان کچھ اور کیا جاوے۔ الغرض جب صحیح عقیدہ بھی وہی ہے۔ جو ہمارا ہے۔ اور میاں صاحب بھی اسی پر مجبوُر ہے۔ تو پھر گھر میں ہمارے ساتھ تنازعہ کیوں اُٹھا رکھا ہے۔ یہ تو کہا کرتے تھے۔ کہ ہم ان رسمی مُسلمانوں کو جب تک کافر نہ کہیں یہ اصلاح نہ پاویں گے۔ ان کی تکفیر ہی ان کی اصلاح کا موجب ہوگی۔ اب کن واقعات نے میاں صاحب کی رائے میں یہ تبدیلی پیدا کر دی۔ اب کیوں اِن غیر احمدیوں کو مُسلمان کر کے پکارا جاتا ہے۔ کیوں اُن کو نہیں لِکھا جاتا۔ کہ تم اگر حضرت کی نبوت اور مسیحیت کو قبول نہ کرو گے تو کافر ٹھیرو گے۔ اے ہوش مندو غور کرو۔ کیا میں یہ گمان کرنے میں غلطی پر ہوں۔ کہ محض ایک جماعت کو دو ٹکڑے کرنے کے لئے یہ عقاید تراشے گئے ہیں۔ اور یہ وُہ بات ہے جو میں نے ۱۹۱۱ء میں مسئلہ کفر کی ایجاد پر کہی تھی اگر یہ گمان غلط ہے۔ تو اِس کا کیا جواب ہے۔ کہ ہمارے ساتھ تو نبوت حضرت اور تکفیر اہل اسلام پر تنازعہ۔ اور جب غیر احمدی مخاطب ہوں۔ تو نہ تو مرزا صاحب

کی نبوّت کا ذکر نہ مخاطبین کی تکفیر کا اشارہ۔ اگلے دن میاں صاحب لاہور آگئے۔ پھر اُن کو کیا ہوا۔ کہ ان عقاید فاسدہ کو لاہوری پبلک کے آگے پیش* نہ کیا۔ اگر یہ عقاید محمودہ تھے۔ تو پھر ان کے پیش کرنے کا تو یہ بہترین موقعہ تھا۔ الغرض حضرت اقدس مجدد ہیں۔ اور اِس صدی کے مجدد برحق۔ اور اس صدی کا مجدد بھی وہ مسیح اور مہدی تھا۔ جس کی بعثت کا وعدہ تھا۔ اور جس کو مجازاً نبی اللہ کہا گیا۔ آپ کا نہ ماننے والا۔ کافر نہیں۔ ہاں خاطی اور گنہگار۔ اور موت جاہلیت کا مورد ہے۔ جس خطار پر عفو کرنے سے سلب ایمان کا بھی خطرہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت کی تکذیب اور تکفیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ یہ وُہ حقیقت ہے۔ جو خود حضرت اعلےٰ نے کتاب تریاق القلوب میں لکھی جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اگر پہلے کی تصنیف شدہ تھی۔ جیسے کہ اب کہا جاتا ہے۔ تو پھر یاد رہے۔ کہ اِس کا مصنف اِس کتاب کے مطالب کا اپنے آپ کو اُس تاریخ پر پابند اور قائل ظاہر کرتا ہے۔ جس تاریخ کو یہ کتاب شائع ہوئی۔ والا اُس کا فرض تھا۔ کہ وُہ اعلان کرتا۔ کہ اِس کتاب کا فلاں حصّہ اب منسوخ اور مُسترد ہے۔ کوئی شخص اشاعت کتاب سے دس سال پہلے کوئی کتاب لکھ چھوڑے وہ اُس کے مطالب کا اُس تاریخ کو پابند ہے۔ جس تاریخ کو وہ اُسے شایع کرتا ہے۔ کیا ہم حضرت اعلےٰ کو اِس معمولی اصول اشاعت کے سمجھنے کے بھی قابل نہیں سمجھتے آہ عقاید فاسدہ قوم کو کہاں لے گئے۔ اِس کتاب میں خود حضرت اقدس نے اپنے منکر اور صاحب شریعت کے منکرین میں تمیز کی ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ ایسے تمیز کرنے والے کو ہمارے میاں صاحب نے حسب معمول محض نادانی سے نادان کہا ہے۔ اور ہمارے دلوں کو دکھایا ہے۔

ہم مرزا صاحب کی کس قسم کی نبوّت کے قائل ہیں۔ اور کن معنوں میں آپ کو نبی اللہ سمجھتے ہیں۔ وہ ہے نبوّت جُزوی۔ اور اسی لفظ جزوی کے ہم معنے ہم لفظ ظلی۔ بروزی۔ مجازی سمجھتے ہیں۔ جہاں کہیں حضرت صاحب نے اپنے متعلق لفظ

* [illegible] تبلیغ کے متعلق [illegible] ۱۹۱۴ء [illegible]

ظلی۔ بروزی۔ مجازی کہا ہے۔ اُس سے ہم مراد یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اُن میں وہ باتیں تمام وکمال نہ تھیں۔ کہ جن کے جمع ہونے پر ایک شخص کو نبی کہا جا سکتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرے مرشد مسیح موعود کا تھا۔ کہ وہ سب کے سب امُور جن کے ایک شخص میں جمع ہونے پر ایک شخص نبی کہلا سکتا ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی میں نہیں ہونگے صرف اُن امُور میں سے بعض باتیں فیض محمدیہ کے باعث بعض کامل افراد امت محمدیہ میں ہونگی۔ اِس لئے وہ نبی نہیں ہونگے۔ بلکہ وہ جزو نبوّت اپنے اندر رکھنے کے باعث جزُئی نبی ہونگے اور اِس لئے بطور مجاز واستعارہ اُن پر لفظ نبی کا بولا جاوے گا۔ نہ بطور حقیقت۔ یہ بات ہمیں سب سے پہلے آنحضرت صلعم نے سمجھائی۔ آپ نے فرمایا۔ لم یبق من النبوّۃ الا المبشرات۔ اِس حدیث سے حضرت اعلےٰ نے ۱۹۰۱ء سے پہلے۔ اور بعد میں اِستدلال کیا ہے۔ اب اِس کے لفظی معنوں پر غور کرو۔ جو یہ ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد مبشرات کے سوا باقی کوئی چیز نبوّت کی باقی نہیں رہی یعنی نبوّت میں۔ مبشرات کے علاوہ دیگر امور بھی داخل ہیں۔ نبوت کے ایک سے زیادہ اجزاء ہوتے ہیں۔ اور اُن میں ایک جزو مبشرات ہے۔ نبی وہ ہوتا ہے جسمیں مبشرات بھی ہوں۔ اور دیگر اجزائے نبوّت بھی۔ جو بالفاظ آنحضرت صلعم۔ آپ کے بعد باقی نہیں رہے۔ اِس لئے جس میں خالی مبشرات ہوں وہ حقیقی معنوں میں نبی نہیں۔ اِس میں نبوّت کی ایک جزو ہے۔ چونکہ وہ جُزو بھی اُس پر اُسی رنگ میں وارد ہوئی ہے۔ جیسے دیگر اجزاء نبوّت۔ یعنے بذریعہ وحی والہام۔ اِس لئے اُس پر نبی کا لفظ مجازاً ہم بول سکتے ہیں۔ وُہ حقیقی نبی نہیں۔ کیونکہ نبوت کے کل اجزاء اُس پر متحقق نہیں۔ خدارا کچھ عقل سے کام لو۔ کیا حدیث مذکورہ بالا کے یہ لازمی نتائج نہیں جو میں نے بیان کئے۔ الفضل کے لکھنے والے تو اِس حدیث سے بھی انکار کرجاتے۔ خصُوصاً اُس اصوُل فاسد کے ماتحت جہاں وہ حدیث ماثورہ میں اور الفاظ حضرت اعلےٰ میں فرق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ حدیث تو خود

حضرت اعلیٰ کی مسلّمہ ہے۔ اب خود اس حدیث پر غور کرو۔ اور اس کے ماتحت تو مبشرات کے علاوہ کچھ اور بھی چیز ہے۔ جو نبوت کے لئے ضروری ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نہیں ملے گی۔ اِس لئے لفظ نبی اپنے حقیقی معنوں میں آنحضرت کے بعد کسی پر نہیں بولا جا سکتا۔ ہاں چونکہ بعض اجزاء نبوت فیض محمدیہ سے جاری رہیں گے۔ اُن اجزاء کے حاصل کرنے والوں کو جزوی نبی کہہ سکتے ہیں اور اس لئے اُن کو مجازی بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ مجاز کا لفظ حقیقت کی ضد ہے اور مجاز کسی چیز کا وہ ہوتا ہے۔ جس میں اُس چیز کے کل خواص تو نہ ہوں۔ بلکہ اُس کا رنگ اس میں ہو۔ یہ وہ حقیقت ہے جو بینے حضرت اعلیٰ جناب میرزا صاحب کے الفاظ سے بھی۔ آپ نے ایک کتاب مواہب الرحمٰن نام ۱۹۰۳ء میں شائع کی۔ وہ کتاب عربی میں ہے۔ اور بین السطور میں اُس کا ترجمہ بزبان فارسی دیا گیا ہے۔ وہ میں بالفاظ ذیل میں درج کر دیتا ہوں۔ یہ ترجمہ فارسی خود حضرت اعلیٰ کا اپنا کیا ہوا ہے۔

اندکے ذکر در بارۂ عقائد ما۔

ما مسلمانیم۔ بکتاب الٰہی قرآن شریف ایمان مے آریم۔ و ایمان مے آریم کہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی خدا و رسول خدا است و دین او بہتر ادیان است و ایمان آریم کہ او خاتم الانبیاء است۔ بعد او ہیچ پیغمبرے نیست مگر آنکہ از فیض اُو پرورش یافتہ باشد۔ و خدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیاء خود دریں امت۔ و ایشان را رنگ انبیاء دادہ مے شود۔ مگر حقیقۃً نہ انبیاء نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔ الخ

اب ان الفاظ پر غور کرو۔ اور خصوصاً لکیر کردہ فقرات پر۔ یہ کوئی لاطینی یا سنسکرت جیسی مردہ زبان میں نہیں۔ جو آج اس کے معنے ہی کوئی تنازعہ پڑے۔ یہ صاف سیدھی فارسی زبان ہے جس کے لفظی معنے یہ ہیں:-

ہم مسلمان ہیں۔ اور قرآن شریف جو کتاب الٰہی ہے اُس پر ایمان لاتے ہیں

کہ محمد مصطفیٰ صلعم خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ اور اُن کا دین سب دینوں سے بہتر ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ وہ خاتم الانبیاء تھے۔ اُس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آویگا۔ مگر جو اُس کے فیض سے پرورش یافتہ ہو اور اُس کے وعدہ کے مطابق ہو۔ خدا تعالےٰ اِس امت میں اپنے ولیوں سے مخاطبہ مکالمہ کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔ وہ حقیقت میں نبی نہیں ہوتے کیونکہ قرآن نے شریعت کی ضرورت کو کمال تک پہونچا دیا۔

اِن الفاظ پر غور کرو۔ کس قدر صاف ہیں۔ مرزا صاحب جس مقدس جماعت میں کا ایک ممتاز اور بے مثل انسان ہے۔ وُہ اُن اولیاء اُمت کا گروہ ہے جن سے خدا تعالےٰ کا مخاطبہ مکالمہ جاری ہے۔ پھر اِس جماعت کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔ کہ وُہ لوگ نبی درحقیقت نہیں ہوتے۔ بلکہ ان میں رنگ نبوت کا ہوتا ہے۔ اور وُہ نبی اس لئے نہیں ہو سکتے۔ کہ قرآن نے تکمیل شریعت کر دی ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ انبیاء کی بعثت کی غرض صرف تکمیل شریعت تھی۔ انبیاء علیہم السلام آئے اور شریعت کا کوئی نہ کوئی حصہ لاتے رہے۔ شریعت آہستہ آہستہ مکمل ہوتی رہی۔ قرآن نے اس کو مطلوبہ کمال تک پہنچا دیا۔ اِس لئے اب آئندہ انبیاء نہ آویں گے۔ کیونکہ ضرورت نبوت ختم ہو گئی۔ جو آویں گے وُہ صرف اُسی شریعت کاملہ کی تشریح کے لئے بعض وقت خدا سے الہام پاویں گے۔ اِس لئے اُن میں رنگ انبیاء کا ہوگا۔ وُہ درحقیقت نبی نہ ہونگے۔ اور اس رنگِ نبوت کے باعث انہیں مجازاً نبی کہا جاوے گا۔ کیا جس چیز میں کسی اور چیز کا رنگ ہوتا ہے۔ وہ عین چیز کہلا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس میں تو صرف اصل چیز کی کوئی جھلک اُسکا کوئی عکس۔ اُس کا ظل اُس کی بروزیت ہوتی ہے۔ ایسی نامکمل حالت کا باقی مطابق حالت کا نام جو اصل تو نہ ہو عرفاً مجاز ہوتا ہے۔ کیا عجب فہم ہے کہ حضرت اعلےٰ مرزا صاحب تو شریعت یا حصہ شریعت کے لانے کو ایک ضروری

جزو نبوت کی مبشرات ہیں۔ اور اس کے نہ ہونیکی حالت میں صاحب مبشرات کو کہیں۔ کہ اس میں رنگ نبوت ہوتا ہے۔ اور وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتا۔ اور اس لیئے وہ مجازی نبی ہوتا ہے۔ اور ہمارے میاں صاحب ایسی سیدھی بات سے یہ نتیجہ پیدا کریں۔ کہ مجازی نبوت ایک خاص قسم کی نبوت ہوتی ہے۔ جو غیر تشریعی ہوتی ہے۔ گیا اسی فہم پر ہمارے قدیمی مہربان سید حامد شاہ صاحب نے شاعر ہونے کی حیثیت میں کہہ دیا۔ کہ اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔

اچھا اگر غیر تشریعی نبوت ہی کا نام مجازی نبوت ہوتا ہے۔ اور میاں صاحب کے نزدیک تو آنحضرت صلعم سے پہلے اکثر انبیاء ایسے غیر تشریعی نبی تھے۔ تو پھر کسی شرعی علم ادب میں یا کسی حدیث میں یا مرزا صاحب کی اپنی تحریر میں یا کسی عالم ربانی کی کتاب میں دکھلاؤ۔ کہ آنحضرت صلعم سے پہلے اُن انبیاء کی نبوت پر مجازی نبوت کا لفظ بولا گیا ہو۔ یا یوں بتلاؤ۔ کہ مجازی نبوت بھی کوئی اصطلاح شرعی ہے۔ لیکن یہ کوئی طریق بحث نہیں ہوتا۔ کہ جس بات کو ایک شخص نے ثابت کرنا ہو۔ اُسی کو بطور دلیل پیش کیا جاوے۔ اس کو مصادرۃ علے المطلوب کہتے ہیں۔ جس سے میاں صاحب کی تصنیف خالی نہیں۔

مجاز وہ ہے جو حقیقت نہیں۔ کسی چیز کا مجاز وہ ہوتا ہے۔ کہ جس میں وہ صفات پورے طور سے نہ ہوں۔ کہ جو .... اُس چیز میں کامل طور سے پائے جاتے ہیں۔ جب کسی میں اس چیز کے صفات کامل موجود ہونگے۔ تو اُس پر اُس چیز کا نام حقیقی معنوں میں اطلاق پاوے گا لیکن اگر کسی میں وہ سب صفات نہ ہوں۔ بلکہ اُن میں سے کوئی صفت یا صفات ہوں یا ملتی جلتی صفات اس میں ہوں۔ تو وہ مجاز ہوتا ہے۔ نبی وہ ہے جس میں وہ سب کی سب صفات پائی جاویں۔ کہ جو نبوت کے لیئے ضروری ہیں۔ نبوت کی جو صفات لازمی ہیں۔ وہ آنحضرت کی بعثت کے بعد کسی اور کو نہ ملیں گی لا یبقی من النبوۃ الا المبشرات والی حدیث اس معاملہ میں بالکل صاف ہے۔ اور جب

بشارات کے علاوہ بعض باتیں نبوت کی آنحضرتؐ کے بعد کسی کو نہیں مل سکتیں تو پھر ایسے اولیا کرام نبی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مجازی نبی کہلاویں گے۔ جو در حقیقت نبی نہیں (مواہب الرحمٰن) امر یاد رہے۔ مجاز کا لفظ اُسی جگہ بولا جاویگا کہ جس میں حقیقت شئے کامل طور پر موجود نہ ہو۔ کس قدر سیدھی بات تھی۔ اور کسطرح حضرت اقدس نے بار بار اس کو اپنی تحریر میں صاف کیا۔ لیکن کس قدر اس کو بے مزہ کر دیا گیا۔ اور کس قدر غلط نتائج مرتب کئے گئے۔ کروڑ در کروڑ مسلمانان عالم کو چند لاکھ کے مقابل کافر قرار دے دیا۔ اسی قسم کی ایک فاش غلطی میاں صاحب نے کتاب حقیقۃ النبوۃ میں کھائی ہے۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو قرآن کی ایک آیت سے بڑی شد و مد کے ساتھ ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور اس استدلال پر آپ کے مبایعین کو بہت ناز ہے۔ چنانچہ ایک ہمارے فہمیدہ دوست نے مجھے بھی بڑی دلیل بڑے فخر سے ہندوستان میں دکھلائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے:-

وما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین ۝

ترجمہ۔ ہم رسول نہیں بھیجتے۔ مگر وہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ مرسل ہمیشہ مبشر اور منذر ہوتے ہیں۔

اس سے میاں صاحب مکرم یہ استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ مرزا صاحب مبشر تھے۔ اس لئے وہ رسول بھی ہیں۔ لیکن اگر یہ طریق استدلال ہے۔ تو پھر حضرت اعلےٰ کے سوا بہت سے اور بھی ایسی رسالت اور نبوت میں حضرت اعلےٰ کے شریک حال ہو جائیں گے۔ جس سے میاں صاحب مکرم کو انکار ہے لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا کے معنے خود ہمارے حضرت نے مومنوں کے لئے مبشر الہام باقی ہیں۔ کئے ہیں۔ ہم میں سے جو خدا کی نگاہ میں مومن ہوگا وہ وہ مبشر ہو سکتا ہے۔ اور اس لئے وہ آیت بالا کے ماتحت حسب استدلال میاں صاحب رسول ہے۔ دراصل یہ ایک منطقی مغالطہ ہے۔ جس میں میاں صاحب خود بھی

پڑ گئے۔ اور دوسروں کو بھی ڈال دیا۔ یہاں میں منطقی اصطلاحات سے میاں صاحب کا دماغ پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ سادے الفاظ میں اسی قسم کے اور منطقی قضایا سے میاں صاحب مکرم پر اور اُن کے ساتھ اپنے دوسرے دوستوں پر اس استدلال کی غلطی ظاہر کر دیتا ہوں۔ اور میں نے اس تحریر میں ہر ایک امر کو کھول کھول کر اس لیئے لکھا ہے۔ کہ لفظی ہیر پھیر سے مسئلہ کی اصل حقیقت پر لوگ پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہر ایک قضیئے کا عکس درست نہیں ہوتا۔ مثلاً ہر ایک انسان لازماً حیوان ہے۔ لیکن ہر ایک حیوان لازماً انسان نہیں ہوتا۔ ہر ایک پنجابی لازماً ہندوستانی ہے۔ لیکن ہر ایک ہندوستانی پنجابی نہیں۔ ہر ایک بیعت کنندہ میاں صاحب احمدی کہلاتا ہے۔ لیکن ہر احمدی کہلانے والا میاں صاحب کا بیعت کنندہ نہیں۔ اب مذکورہ بالا آیت کے ماتحت ہر ایک رسول اور نبی لازماً مبشر تو ہے۔ لیکن ہر مبشر رسول اور نبی نہیں ہو سکتا۔ کیا ہر ایک نبی لازماً مخلوق الٰہی نہیں۔ پھر کیا ہر ایک مخلوق جس میں چار پایہ بھی شامل ہیں۔ نبی اور رسول ہوگا۔ قضیہ منطقی میں حد اوسط کے متعلق یہ ایک غلطی ہے۔ جو میاں صاحب نے کی ہے۔

الغرض مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوگا۔ کہ ہم مرزا صاحب کو ظلی۔ بروزی۔ جزئی مجازی نبی کہتے ہیں۔ تو کن معنوں میں کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ ہم حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت چونکہ مبشرات کے علاوہ مرزا صاحب کو ان ضروری صفات و اجزاء نبوت سے خالی پاتے ہیں جو بالفاظ آنحضرتؐ ان کے بعد کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ اس لئے مرزا صاحب کی نبوت جزئی اور ظلی ہے۔ آپ بالفاظ خود درحقیقت نبی نہیں۔ (دیکھو مواہب الرحمٰن) بلکہ آپ میں رنگ نبوت کا ہے۔ رنگ اصل نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ کی نبوت کا نام مجازی رکھا گیا آپ ایک اولوالعزم نبیؑ کے بعض کمالات کے مظہر ہیں۔ اور احمد صلعم کا رنگ آپ کے شیشہ میں منعکس ہؤا ہے۔ اس لئے وہ احمد صلعم کے بروز اور اسی حیثیت میں

بروزی اور ظلی نبی ہیں۔ لہذا جس قدر الفاظ حضرت مرشدنا مرزا صاحب نے اپنی نبوت کی حقیقت کھولنے کے لئے بیان کئے۔ وُہ اس لئے کہ آپ کی نبوت سمجھنے میں لوگوں کو غلطی نہ لگے۔ اور وہ سمجھ جاویں۔ کہ آپ کی نبوت فی الحقیقت نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ نبوت تامہ کا ایک رنگ۔ ایک جزو۔ ایک جھلک۔ ایک سایہ ایک عکس ہے۔ اور عقلمندوں کے نزدیک ایسی حالت پر لفظ مجاز بولا جاتا ہے۔ کیا سایہ اصل کے برابر ہوتا ہے۔ کیا عکس میں اصل کی سب کیفیات ہوتی ہیں۔ کیا جزو کل کے برابر ہوتا ہے۔ جاؤ دنیا جہان کی لغات چھان مارو۔ اور مجاز کے معنے دیکھو مجاز وہ ہے۔ جو اصل سے کچھ مشابہت رکھے۔ نہ کہ اصل ہو۔ نہ یہ کہ مجاز ایک قسم اصل کی ٹھیرائی جائے۔

حضرت اعلےٰ تو اپنی نبوت کو مجاز اس لئے لکھیں کہ وہ درحقیقت نبی نہیں بلکہ ان میں رنگ نبوت ہے۔ اور خوش فہم مجازی نبوت کو بھی ایک قسم کی الگ نبوت ٹھیرالیں۔ حیرت آتی ہے۔ کہ ہٹ اور مُنہ سے نکلی ہوئی بات کی ترجیح کس قدر انسان کی علمی نگاہ کو دُھندلا کر دیتی ہے۔ یوں تو حقیقت النبوۃ بھی لکھ دی گئی۔ اور نبوت کی قسمیں بھی تجویز ہو گئیں۔ کوئی تشریعی نبوت ٹھیر گئی۔ کوئی اکتسابی۔ کوئی کچھ۔ لیکن میاں صاحب کی تحریر سے ہمیں یہ پتہ نہ چلا کہ میاں صاحب نے اس تقسیم نبوت میں کس علمی اصول کو مدنظر رکھا تقسیم کرنے میں ہمیشہ تقسیم شدہ چیز کی تعریف کو ہمیں سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ علمی طریق پر کسی چیز کی قسمیں بتانے سے پہلے اس چیز کی تعریف مقدم ہوا کرتی ہے۔ اور اس چیز کی تعریف ان صفات کے اظہار پر مشتمل ہوتی ہے۔ جو تعریف کردہ چیز میں پائی جاویں۔ پھر اگر اس چیز کی کوئی قسمیں بیان کرنے لگے۔ تو لازمی ہوتا ہے۔ کہ اس چیز کی ہر قسم وصفت پر وُہ تعریف حاوی ہو سکے۔ اور قسم شئے میں اصل شئے کی کل صفات ہوں۔ اس میں علمی اصول کو اور اس کے ساتھ ہی حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کو سامنے رکھ کر نبوت کی تعریف

کرو۔ اور پھر دیکھو کہ حضرت صاحب کے لئے جس قسم کی نبوت تجویز کرتے ہو۔ آیا اُس پر لفظ نبوۃ انہی حقیقی معنوں میں ہی عاید ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر بخاری میں آیا ہو الا مسیح نبی اللہ پکارا گیا ہے تو لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نے اس نبی اللہ کی نبوت کی تشریح کر دی۔ اس لئے نبی اللہ کی حقیقت اس طرح سمجھو۔ کہ جس سے دونوں حدیثوں کی تطبیق ہو جائے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب نے بشرات پانے والوں کی شان میں ذیل کے الفاظ فرمائے۔ (مواہب الرحمٰن ص۹۶)

"ایشاں را رنگ انبیا رداده می شود و در حقیقت انبیا نیستند" ترجمہ۔ ان کو انبیا کا رنگ دیا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں وہ نبی نہیں ہوتے۔ یہ الفاظ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے۔ یہ الفاظ حضرت مرزا صاحب نے اپنے متعلق آپ لکھے۔ اور یہ تسلیم کیا۔ وُہ حقیقت میں نبی نہیں۔ بلکہ اُن میں نبی کا رنگ ہے۔ اسی کا نام مجاز ہے اور ہمارے میاں صاحب نے اس رنگ اور مجاز کا نام عین نبوت رکھ دیا۔

کاش میاں صاحب نبوت کی قسموں سے ملک کو آگاہی دیتے ہوئے تقسیم کے علمی اصول کو سمجھ لیتے۔ حضرت مرشدنا مرزا صاحب صرف مبشر تو ہیں۔ اب اگر بشرات ہی عین نبوت ہے۔ جیسے میاں صاحب کا خیال ہے تو پھر حدیث نبوی لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ان معنوں کے لحاظ سے ہمیں یوں پڑھنی چاہیئے لم یبق من النبوۃ الا عین النبوۃ یعنے نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر عین نبوۃ کیا یہ کلام کسی صحیح دماغ کا ہو سکتا ہے۔ العیاذُ باللہ۔

اب جہاں تک میرے امکان میں تھا۔ میں نے اس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق جزوی یا ظلی یا مجازی نبی کا لفظ کن معنوں میں استعمال کرتا ہوں۔ میری یہ تشریح خواہ کسی کے نزدیک غلط ہو یا صحیح مامر حلف میں یہ ایک غیر ضروری سوال ہے کہ میں نے اپنی حلف میں جزوی یا ظلی یا مجازی نبی کے یہ معنے لئے ہیں۔ حلف اُٹھانے والا یہ حلف نہیں کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو ظلی۔ جزوی۔ مجازی۔ بروزی کمال الدین کے بیان کردہ معنوں میں

نا تھا یا نہیں۔ مجھے اس بحث کی ضرورت یہاں اس لئے پڑی ہے۔ کہ مفتی صاحب مکرم نے جن وجوہ پر میرے مطالبہ کردہ حلف کو سردست ٹالنے کا انتظام کیا ہے۔ اِس میں ایک وجہ اُنھوں نے یہ بھی لکھدی ہے۔ کہ میں نے تجویز کردہ الفاظ حلف گول مول رکھ دیئے ہیں۔ میں پُوچھتا ہوں۔ کہ اگر میں حضرت آقا جناب مرزا صاحب کے متعلق لفظ جزوی نبی استعمال کروں تو کیا میرے مطالب کے سمجھنے میں ایک سلیم المزاج کو کوئی بھی شبہہ رہجاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بالمقابل الفاظ ظلی۔ بروزی۔ مجازی کے مشہورہ لفظی معنے بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تو کیا لفظ جزوی نبی بذات خود کافی طور پر مشرح نہیں۔ جزو تو کل کے برابر نہیں ہوتا۔ کسی چیز کی جزو تو کل کے مقابل ناقص ہی ہوتی ہے۔ پھر جس نے حضرت اقدس کی شان میں جزوی نبی کہدیا۔ اُس نے یہ ظاہر کردیا۔ کہ نبوۃ کے کل اجزاء آپ میں نہیں۔ اگر جزوی نبی سے مراد بھی پُورا نبی ہوتا ہے۔ تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کا نام لو۔ جس کو جزوی نبی کہا گیا ہو۔ جس سے سمجھ آئے۔ کہ میرے الفاظ میں ابہام تھا۔ یا دھوکا تھا۔ حیرت آتی ہے کہ ان دوستوں کو کیا ہوگیا۔ میں کہتا ہوں حضرت مرزا صاحب جزوی نبی ہیں۔ اور مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ تم نے پبلک کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ اچھا اب میرے اُن الفاظ کو دیکھ لو۔ جو مَیں نے اشتہار میں لکھے ہیں۔ وھو ھذا :۔

"اوّل حضرت مسیح موعود جناب مرزا صاحب ظلی نبی نہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب جزوی نبی نہیں۔ بلکہ کامل نبی ہیں"

پھر اس کی تشریح میں میرا خود حلف دیکھ لو۔ جو حسب ذیل ہے :" میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ حضرت صاحب کی وفات کے دن تک میرا یہ کبھی عقیدہ نہیں رہا۔ کہ اعلےٰ حضرت مرزا صاحب کامل نبی تھے۔ یا امر بنوت میں وہ آنحضرت صلعم کے برابر تھے۔ بلکہ جو حضرت اقدس سے خود سُنا یا اُن کی تصانیف پڑھیں۔ اس سے یہی میرا عقیدہ رہا۔ اور اب بھی ہے۔ کہ

حضرت مرزا صاحب کو جو نبوّت خدا تعالےٰ نے عطا کی وہ ایک جزوی۔ ظلی مجازی۔ بروزی نبوّت تھی نہ حقیقی۔ یہ اس قسم کی نبوّت ہے جو حسب مدارج کامل افراد امت کو ملی ہے۔ اور ملتی رہے گی۔ اور یہ وُہ نعمت ہے کہ جس کے حاصل کرنے کا دروازہ ہر ایک اُمتی کے لئے کھلا ہے۔ والّا نبوّت مستقلہ اور حقیقی آنحضرت صلعم کی ذات تک ختم ہوگئی ہے"

اب ان دونوں عبارتوں کو یکجا پڑھو۔ یہ ایک ہی اشتہار میں ہیں۔ اور اشتہار کے ایک ہی صفحے پر ہیں۔ کیا ان الفاظ کا لکھنے والا اپنی منشاء کو مُبہم کر رہا ہے یا کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ کیا یہاں مفتی صاحب کو الفاظ جزوی۔ ظلی۔ بروزی۔ مجازی مترادف طریق پر استعمال شدہ نظر نہیں آتے۔ اور اُن کے مقابل کامل۔ مستقل اور حقیقی۔ ہم معنے استعمال شدہ سمجھ نہیں آتے۔ کیا آج تم بھی نبوّت مرزا صاحب کو میری طرح جزوی نبوت سمجھتے ہو۔ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے۔ جیسے کہ پہلے تھا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید محمد احسن صاحب امروہی نے رام پور کے مباحثہ کی روئداد میں ہمارا ہی عقیدہ تسلیم کیا۔ تو پھر اگر نبوّت حضرت مرزا صاحب ایک جزوی نبوۃ ہے تو یہ نبوّت تو حقیقی معنوں میں نبوت نہیں کہلا سکتی۔ اس میں تو ایک رنگ نبوّت کا ہے۔ اسی کا نام تو جزو اور مجاز اور ظل اور بروز ہے۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ مفتی صاحب معمولی عبارت سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔ نہیں وُہ اسکے قابل تو ہیں۔ ہاں حلف ٹالنے کے لئے کوئی نہ کوئی سامان تجویز کرنا تھا۔ اور کوئی صُورت نکالنی تھی۔ کہ جس سے یہ لوگ کسی کی نیت پر حرف رکھ سکیں۔ اور دُوسروں کے متعلق ناشائستہ الفاظ لکھ سکیں۔ میرے اشتہار کو پڑھو۔ کس شرافت اور نیک نیتی سے یہ اشتہار لکھا گیا۔ کیا یہ اشتہار اس نا ملائم سلوک کا مستحق تھا۔ جو ان اصحاب قادیان نے کیا۔ ٹھیک اُن آریہ سماجیوں کی طرح جو اپنی خوبی تو بیان کرنا نہیں جانتے۔ اور سماج کے پیروؤں کی توجہ۔ دُوسروں کی نکتہ چینی عیب شماری۔ دُوسروں کو بُرا بھلا کہنے میں لگائے رکھتے ہیں۔ یہی طریق قادیان

کی تحریرات کا علی العموم ہے۔ کیا میرا یہ اشتہار جس میں حلف خدا کے نام پر طلب کیا گیا۔ اور صرف اُن عقائد کے متعلق جن کا تنازعہ ہو رہا ہے۔ اور جن عقاید نے سلسلہ میں تباہی کے آثار بظاہر پیدا کر دیے ہیں۔ اِس کا نام ایک حرکت شیطانی رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کسی ناسمجھ نے اسے ایسا کہا بھی۔ تو کیا میاں صاحب اپنی خوشنودیٔ مزاج اسی میں سمجھتے تھے۔ کہ ایسی تحریریں اپنے مملوکہ اخبار میں نکالیں۔ کچھ سمجھو تم کو کیا ہو گیا۔ کیا حضرت اعلےٰ کے وقت میں ایسی ہی شرمناک تحریریں اور تو اور غیر احمدی مخالفوں کے متعلق نکلتی تھیں۔ یا کبھی حضرت اعلےٰ اس گندے لٹریچر کو پسند کرتے تھے۔ جو تم آجکل احمدیوں کے متعلق نکالتے ہو۔ کیا مفتی صاحب وہی مفتی صاحب ہیں جو بدر کے ایڈیٹر رہ چکے۔ کیا یہ وہی شخص ہے جس نے ہمارے پرانے دوستوں کو پیغامیؔ کے عنوان پر ابھی ایک دوسرا اشتہار نکالا ہے۔ اگر یہ وہی ہے۔ تو پھر اس اشتہار زیر بحث میں اس کی شرافت کو کون چرا کرلے گیا۔ کیا تم لوگ عالم الغیب ہو۔ اور دُوسروں کی نیات سے واقف ہو جو ہم پر چالاکی اور بدنیتی کا الزام لگاتے ہو۔ کیا تم کو شرافت کے ساتھ مخاطب کرنا بھُول گیا ہے۔ کیا گالیاں دینے کے لئے قادیان میں بعض دیگر اخبار نویس پہلے سے موجود نہیں اور اَور باہر سے نہیں آگئے جو مفتی محمد صادق جیسا متین انسان بھی ان بدزبانوں کی شاگردی کرنے لگا۔ مفتی صاحب کیوں اپنی شرافت کو چھوڑنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہاں اگر میانصاحب ایسی تحریروں سے ہی خوش ہو سکتا ہے۔ تو پھر ہم آقا اور ملازم کے معاملہ میں دخل نہیں دیتے۔ وُہ معاملہ مجبُوری ہے۔ بہرحال اب میں نے اپنے حلف کے الفاظ کو واضح کر دیا۔ میرے سب الفاظ میں لفظ جزوی نبی ایک ضروری لفظ ہے اور اُسکے مقابل لفظ کامل ہے۔ میں مجازی۔ ظلی۔ بروزی صرف اُس کو کہتا ہوں جس میں نبوۃ کی پُوری صفات نہ ہوں۔ بلکہ اِس میں نبوّت کا رنگ ہو۔ میاں صاحب مکرّم کی تجویز کردہ اصطلاح کچھ بھی ہو۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ جو حلف لے وُہ میری تشریح کے مُطابق لے۔ اور شائبہ سے بچنے کے لئے میری تشریح کی طرف اشارہ کر دے

سمجھنے والے کے لئے تو میرے اشتہار کے بعد جو کارروائی میاں صاحب اور اُنکے تبعین سے ہوئی وہ کافی ہے۔ اِن سب باتوں سے پایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اِس حلف کے ٹال دینے کی فکر میں ہیں۔ خدارا انصاف کرو۔ میں کسی سے حلف خدا کے نام پر ایک امر متنازعہ پر طلب کروں۔ اور میاں صاحب کے اخبار میں ذیل کے الفاظ نکلیں:۔

"ہمارے احباب خواجہ صاحب کو فرداً فرداً جواب نہ دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں جو حلفیہ شہادتیں خواجہ صاحب نے ان دنوں احمدی برادران و بزرگان ملت سے طلب کی ہیں۔ ان کی نسبت جُدا جُدا طبع آزمائی کی ضرورت نہیں۔ سلسلۂ عالیہ کے مرکز اور مقام خلافت ہی سے سب کا یکجائی جواب انشاء اللہ کافی و تشفی بخش ہو جائے گا"

مجھے تو اِس بے باکی اور جرأت پر بھی حیرت آتی ہے۔ کہ جس نے یہ الفاظ الفضل میں لکھوائے۔ کیا یہ حکم کسی تقوے کی بناء پر ہے۔ کیا ولا تکتموا الشھادۃ کے حکم کی عزت اِس مذکورۂ بالا اعلان سے باقی رہجاتی ہے۔ کیا معاملہ حلف معاملہ طبع آزمائی ہے۔ پھر اگر مفتی صاحب میں کچھ بھی جُرأت ایمانی ہوتی۔ تو جیسا میں نے میاں صاحب کے اس طریق عمل پر جو تقوے سے دُور ہے اعتراض کیا تو یا تو مجھے لکھتے کہ تمہارا اعتراض غلط ہے۔ یا میاں صاحب سے دریافت کر کے ہمیں اطلاع دیتے۔ کہ یہ طریق عمل کہاں تک قرآن کے ماتحت ہے۔ یہ یاد رہے کہ الفضل میں جو نکلے اس کے ذمہ دار میاں صاحب ہیں۔ ہاں اگر کوئی حق میاں صاحب کو میرے اشتہار پر جماعت کو متنبہ کرنے کا پہنچتا تھا۔ تو وہ یہ تھا۔ کہ وہ اپنے متبعین کو اطلاع دیتے۔ کہ خواجہ کا اشتہار اور اس کے تجویز کردہ الفاظ مبہم ہیں۔ اور غلطی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارے احباب حلف لینے میں جلدی نہ کریں حلفیہ بیان وہ ضرور دیں۔ لیکن ہم نے چند شرائط اِس حلف کے متعلق ابھی لگانی ہیں وہ ہمیں لگا لینے دیں۔ اور انتظار کریں۔ نہ یہ کہ خلاف قرآن یہ اعلان کیا جاوے

کہ ہمارے احباب حلفیہ بیان نہ دیں حلف پر طبع آزمائی نہ کریں کیونکہ ہم سب کی طرف سے قسم کھا لیں گے۔ کفارہ کا مسئلہ تو سابق ضالین میں موجود تھا۔ اب دیکھیئے کفارہ کا قائم مقام ہمارے اصحاب میں کس رنگ میں پیدا ہوتا ہے۔ حلف کی قائم مقامی تو شروع ہو ہی گئی ہے۔ اسی طرح مفتی صاحب مکرّم اگر اپنی اصلی خدا داد طبیعت سے کام لیتے۔ تو ان کا جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ خواجہ کے تجویز کردہ الفاظ امکاناً مغالطہ کا موجب ہو سکتے ہیں وُہ الفاظ درست نہیں۔ پہلے خواجہ ان الفاظ کی تشریح کردے۔ ہم حلف لینے کو تیار ہیں۔ اور بالمقابل ہمارے بھی چند حلفیہ مطالبات ہیں۔ اِس کے لئے وُہ تیار رہے۔ یہ شریفانہ اور مستحسن طریق تھا۔ اور یہی تقوٰے کے نزدیک صحیح تھا لیکن یہ طریق وُہ اختیار کرتا۔ جس کو کوئی فیصلہ کرنا منظور ہوتا۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جہاں جہاں الفضل جاتا ہے۔ وہاں وہاں اِس کے مقابل اِس کی تردید نہیں پہونچتی۔ اِس لئے ہمیشہ اُن کا یہ دستور العمل رہا ہے۔ کہ غلط واقعات اور الزامات فریق مقابل پر لگاتے رہتے ہیں۔ صرف اِس جرأت سے کہ فریق مقابل لاکھ تردید کرے۔ بوجہ بالا اس کا اثر ہی کیا ہے۔ جو الفضل نے اثر کرو یا وہ کر دیا۔ یہ ایک نازیبا طریق ہے۔ جو اُن لوگوں نے علے العموم اختیار کر رکھا ہے۔ یہی طریق مفتی صاحب نے یہاں اختیار کیا ہے۔ مفتی صاحب نے جن وجوہ سے حلف طلب کردہ ٹالنی چاہی ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔ مفتی صاحب میرے متعلق لکھتے ہیں۔

(۱) یہ کہ میں نے بدنیتی اور چالاکی سے حلف میں ذووجہین الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ اور حلف لینے والوں کو مغالطہ دیا ہے ✦

(۲) میاں صاحب نے مجھ سے ایک معاملہ میں حلف طلب کی تھی۔ میں نے وہ حلف نہیں لیا۔ اس لئے مجھے حق ہی نہیں پہنچتا۔ کہ میں کسی اور سے حلف طلب کروں ✦

(۳) ہم سے اور معاملات میں میاں صاحب مزید حلف چاہتے ہیں۔ جب تک ہم مزید حلفیہ بیانات دینے کی آمادگی ظاہر نہ کریں۔ تب تک مفتی صاحب حلف لینے کو تیار نہیں ✦

(۴) میں نے جو نام بغرض شہادت تجویز کیئے ہیں۔ اُن میں بعض پر یہ صادق نہیں آتا۔ کہ وہ برسوں حضرت اعلےٰ کی خدمت میں رہے ہے۔ اِس میں بھی میں نے چالاکی کی ہے۔ شہادت تو برسوں کے فیض یافتہ کی طرف منسوب کی۔ اور گواہ ایسے نہیں تجویز کیئے +

(۵) میں نے یکصد سے شہادت طلب کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ حالانکہ فہرست میں سو سے کم نام ہیں +

(۶) احمدیت درکنار میرے اسلامی عقاید بھی اب متزلزل ہو چکے ہیں۔ میں ایک قسم کا بیہودا اسکریوطی ہوں۔ اِس لئے میری کارروائی التفات کے قابل نہیں +

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تحریر ہے ان لوگوں کی۔ جو اس وقت اس سلسلہ حقہ کے قائم مقام اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ جو فی الواقعہ علوم اسلام پھیلانے کے لئے خدائے تعالےٰ کا قائم کردہ ہے۔ علوم اسلام سے شاید یہ لوگ وہ چند لفظی بحثیں سمجھ رہے ہیں۔ جو اُنھوں نے سُلطان القلم کی تحریروں سے غلط طور پر اخذ کر لی ہیں۔ ان کی شرعی اور اسلامی معلومات کے لئے تو یہ اشتہار ہی کافی ہے۔ ان امور ستہ میں سے امر اول امر متنازعہ سے تو ضرور کچھ تعلق رکھتا ہے کیونکہ حلفیہ شہادت دینے والے کا حق ہے۔ کہ وہ حلف کے مجوّز سے الفاظ حلف کی تشریح کرالے اور اپنے بیان کو ہر قسم کے ابہام سے پاک کرلے۔ لیکن باقی جس قدر امور مفتی صاحب کے اشتہار میں ہیں۔ ان کو حلف سے شرعاً از رُوے تقویٰ اور قانوناً کچھ بھی تعلق نہیں۔ لیکن ہم گلہ کریں تو کس پر۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو خدا کے نام پر طلب کردہ ایک حلف کو فعل شیطانی قرار دیتے ہیں۔ اور حلف لینے والے کو حلف لینے سے روکتے ہیں۔ اور اُس کو کہتے ہیں۔ کہ تم طبع آزمائی نہ کرو ہم تُمھاری جگہ اس حلف میں طبع آزمائی کرلیں گے۔ جن کو اس وقت تک سمجھ نہیں۔ کہ حلفیہ بیان اور طبع آزمائی دو الگ الگ امر ہیں۔ حلف کے متعلق طبع آزمائی تو وہ کرتا ہے۔ جس نے اصلیت کو مکدّر کر دینا ہو۔ حلفیہ بیان کوئی رائے کا

اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ امر واقعہ کا بیان ہوتا ہے۔ جس کو جو معلوم ہو غلط یا صحیح وہ من و عن بیان کردے۔ ان کو اس قدر بھی علم نہیں۔ کہ ایک کی جگہ دوسرا حلفیہ بیان نہیں دے سکتا۔ کسی کو کیا معلوم ہے۔ کہ حلفیہ بیان دینے والے کی دلی کیفیت یا معلومات معاملہ حلف میں کسی خاص وقت کیا ہے جن لوگوں کو شریعت اور فقہ کا اس قدر علم ہو۔ اور جو حلف میں اور رائے میں تمیز کرنے کی کوشش بھی نہ کریں۔ اگر ایسے لوگوں کے مشورہ کے بعد اس قسم کا اشتہار مفتی صاحب کی قلم سے نکلے تو کیا عجب ہے۔ ہمیں اگر مفتی صاحب پر تعجب آتا ہے تو صرف اِس قدر۔ کہ جو لٹریچر اور زبان اس اشتہار میں استعمال کی گئی ہے۔ دل نہیں چاہتا۔ کہ وُہ مفتی صاحب کی طرف منسوب کی جاوے۔ اشتہار کی تحریر سلامت طبع اور متانت سے بہت دور ہے۔ اور اگر مفتی صاحب نے اشتہار خود لکھا ہے۔ تو مفتی صاحب مکرّم اس روش کو چھوڑ دیں والا قادیان کے بعض دیگر اخبار نویس اپنے طریق عمل سے کسی کا کیا نقصان کر سکتے ہیں۔ جو مفتی صاحب کریں گے۔ دیکھو مکرّم مفتی صاحب! آپ نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اصول حلف کے خلاف لکھا ہے۔ آپ نے جو جو شرائط تجویز کی ہیں۔ اُن سے کوئی شخص بھی عند الشرع عند القانون عند التقوے عند العقل حلف لینے سے بچ نہیں سکتا۔ مثلاً اگر آپ کسی عدالت میں ہوں۔ اور آپ سے کوئی امر حلفاً پوچھا جاوے۔ تو آپ کا یہ تو حق ہے۔ کہ آپ اس امر کی تشریح کرالیں جس کے متعلق آپ نے بیان دینا ہے۔ لیکن اگر آپ جواب میں یہ کہیں۔ کہ میں حلف نہیں لیتا۔ اور حلفیہ بیان بھی نہیں دیتا۔ کیونکہ جو مجھ سے حلفیہ بیان طلب کرتا ہے۔ اس کی نیت نیک نہیں ہے۔ وُہ چلن کا اچھا نہیں۔ اس کے عقاید صحیح نہیں۔ اس نے ہمارے مطالبہ پر اس سے پہلے حلفیہ بیان نہیں دیا تھا۔ یا وُہ پہلے خود حلفیہ بیان کسی میرے امر مستفسرہ پر دے یا وہ اقرار کرے۔ کہ وہ بالمقابل میرے کسی اور امر پر حلفیہ بیان دیگا۔ یا وہ ایک طرف حلفیہ بیان دے۔ دوسری طرف میں حلفیہ بیان دیتا ہوں۔ یہی امور ہیں جن کو پیش کرکے مفتی صاحب میرے حلف سے بچنا

چاہتے ہیں۔ لیکن یہ اعتراضات عدالت کے نزدیک ایک بیہودہ کارروائی اور لغو حجت سمجھی جاوے گی۔ مفتی صاحب کو عدالت سمجھا دے گی۔ کہ شہادت حلفیہ طلب کنندہ کے اخلاق یا عقائید یا اُس کی کسی گذشتہ بدعملی سے تو آپ حلف سے بچ نہیں سکتے۔ اور جو آئندہ کی شرط آپ لگاتے ہیں۔ آپ جب شہادت طلب کرینگے اس وقت دیکھا جاویگا۔ اور ایسا ہی بالمقابل حلف بھی امر غیر متعلقہ ہے۔ سردست آپ حلف لیں اور بیان دیں یا انکار حلف کی پاداش کے لئے تیار ہوں۔ مفتی صاحب آپ خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب سب جج غازی پور سے دریافت کریں۔ کہ مَیں نے یہاں جو کچھ آپ کو سمجھایا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ اور یاد رہے کہ یہ امور کوئی قانونی عدالتوں سے ہی مختص نہیں۔ ہمارے شرعی فقہی اصول بھی شہادت کے متعلق ایسے ہی ہیں۔ قادیان میں بعض بزرگ ان امور سے واقف ہونگے۔ آپ ان سے دریافت کرلیں۔ لیکن میں آپ کے سمجھانے کی ایک آسان راہ نکالتا ہوں۔ اور قرآن سے ہی اِستدلال کرتا ہوں۔ آپ کو یہ تو علم ہے کہ لاتکتموا الشھادۃ ایک حکم ربّی ہے۔ اور اِس سے انکار کی سزا آثم قلبہ ہے۔ اب بالفرض آپ سے جو حلف طلب کرے۔ وہ اگر آثم قلبہ کا مصداق ہوچکا ہے۔ تو کیا اِسلئے آپ بھی آثم قلبہ کے ماتحت آنا چاہتے ہیں۔ یا بالفرض وہ آئندہ بھی حلف لینے کو طیّار نہیں۔ اور اِس طرح وہ خدا کے حکم کو پس پُشت ڈال رہا ہے۔ تو کیا آپ نے اس سے طیّاری کرلی ہے۔ کہ آپ بھی اس کی پیروی کریں گے۔ اور قرآن کو پسِ پُشت ڈال دیں گے۔ مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ اس طلبیدہ حلف کی مصیبت نے انکو کیوں اس قدر بدحواس کردیا۔ پھر مفتی صاحب آپ یہ بھی کسی واقف اُمورِ شرعیہ سے دریافت کریں۔ کہ حلف کس معاملہ پر ضروری ہوتا ہے۔ ہر ایک بیہودہ امر پر حلف لینے سے تو خدا تعالےٰ خود روکتا ہے۔ اور ایک مومن ہر حلف کا مکلّف نہیں۔ ایک بیان حلفیہ دینے والے کا حق ہوتا ہے۔ کہ وہ اُمورِ غیر متعلقہ کا بیان نہ دے۔ اور لغو سمجھ کر اس سے اعراض کرے۔ پہلے آپ کل شرعی امور متعلّقہ حلف سے

واقف ہو لیں اور بعد میں جو پسند ہو آپ تجاویز کریں۔ میں نے جو آپ کے اس اشتہار کی غرض بظاہر سمجھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ حلف نہیں لیں گے۔ اور ٹال دیں گے۔ اور در اصل سچا حلف لینا موت کا سامنا ہے۔ کیونکہ مختلف شکلوں میں مَیں نے جو آٹھ حلف آپ کے لئے تجویز کئے ہیں وُہ ایسے ہیں۔ کہ اُن سے غلط عقاید کا ستیاناس ہو جاوے گا۔ اور اصلیت فوراً ظاہر ہو جاوے گی۔ مثلاً آپ نے خود ہی دیکھ لیا ہوگا کہ اگر میری تجویز وادہ آٹھویں حلف کا جواب کل احمدیوں نے یہ دیا۔ کہ ہم نے ۱۹۱۵ء سے پہلے نہ کبھی سُنا نہ سمجھا۔ کہ حضرت صاحب کی تصانیف قبل از ۱۹۰۱ء معاملہ نبوۃ میں منسوخ اور ناقابل سند ہیں۔ یا ہمارے میاں صاحب مکرّم کا اگر یہ بیان ہو۔ (مجھے اُمید نہیں کہ وُہ بیان دیں) .... کہ میری توجہ بھی اِس امر پر ۱۹۱۵ء کے بعد ہوئی۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصانیف منسُوخ ہیں۔ تو پھر سوچ لو کہ یہ تمہارا ناسخ منسُوخ کا مسئلہ کس وقعت کے قابل رہتا ہے۔ اور پھر جس وقت ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصانیف پندرہ ۱۵ سالہ زیر بحث آگئیں تو پھر آپ ہی سوچیں کہ آپ کہاں چلے جائیں گے۔ اور میاں صاحب کے نئے عقاید کی حقیقت کیا رہ جاوے گی۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اگر اب تک خدا کے عِلم میں ہمارے ابتلاؤں کے خاتمہ کا وقت نہیں آیا۔ تو میاںصاحب کی یہی کوشش ہو گی۔ کہ معاملہ حلف میں روڑا اٹکایا جاوے۔ اور اِس کوشش میں اُن کی بہترین کوشش یہی ہو سکتی ہے۔ کہ بالمقابل حلف کا مطالبہ ہم سے کیا جاوے۔ اور فریق مقابل کے سامنے بعض ایسے لغو امور پیش کیئے جاویں۔ جس سے اعراض کرنا ایک مومن کا شرعی فرض ہو۔ اور جب وہ اِس حلف سے اعراض کرے۔ تو آپ کو یہ کہنے کا موقعہ مل جاوے۔ کہ چونکہ آپ حلفیہ بیان نہیں لیتے اِس لئے ہم بھی حلفیہ بیان نہیں دیتے۔ اِسی وجہ پر مَیں نے کہا ہے۔ کہ آپ پہلے حلف کے متعلق کسی فقیہہ سے دریافت کریں۔ کہ کن امُور میں کوئی شخص حلف لینے پر شرعاً مجبور ہو سکتا ہے۔ اور کن باتوں کو وہ لغو قرار دے کر حلف سے سُبکدوش

ہو جاتا ہے۔ آخر لغو اور بیہودہ قصوں سے پرہیز کرنا تو خود قرآن کا حکم ہے۔ ایسے لغو مُطالبہ حلف کی مثال میں آپ کو آگے چل کر دوں گا۔ اور یہ وہی ہے جو مجھ سے پہلے طلب کی گئی تھی۔ ہم میں اور آپ میں چند امور متنازعہ ہیں۔ اُن امور متنازعہ کے متعلق آپ بیشک حلف کے ذریعہ تشفی کر لیں یا کرا دیں۔ ہم ہر وقت ایسا حلف لینے کو تیار ہیں جو ہم میں اور آپ میں متنازعہ امور کے متعلق ہو۔ ہم میں آپ میں کوئی شخصی تنازعہ نہیں۔ کسی کی ذات کسی کا چلن۔ کسی کا ذاتی معاملہ ہم میں اور آپ میں زیر بحث نہیں۔ ہم ان امور کے متعلق جو ہم میں اور آپ میں عقائد اور اصول متعلقہ سلسلہ میں متنازعہ ہیں حلف لینے کو تیار ہیں۔ کہ ہم نے اُن کی حقیقت کیا سمجھ رکھی تھی۔ ہاں میں کسی بیہودہ یا لغو امر کی طرف توجہ بھی نہ کروں گا۔ اور کسی ایسے امر کو زیر بحث نہ لاؤں گا۔ کہ جو مجھ میں اور آپ لوگوں میں متنازعہ نہیں۔ لیکن اگر میں یہ بھی تسلیم نہ کروں تو بھی مفتی صاحب کے مطالبات بالکل خلاف شرع ہیں۔ ہم حلف لیں۔ نہ لیں۔ ہم خدا کے آگے جوابدہ ہیں۔ مفتی صاحب حلف سے نہیں [illegible] اُنھوں نے کیوں آتم قلبہ کے لئے طیاری کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ مفتی صاحب غور کرو۔ یہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کیوں فیصلے کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہو۔ حلفیہ بیان دو۔ اگر ہم غلطی پر ہوں تو آپ جیسوں کے حلفیہ بیانات سے شاید کسی کی اصلاح ہو جاوے۔ آپ کی ان باتوں سے تو مجھے اس وقت ایک اور شبہ کیا ظن غالب ہو رہا ہے۔ کہ اب اصل معاملہ حلف کو ٹالنے کے لئے میری مذکورہ بالا تشریحات ثبوت جزئی زیر بحث لائی جاویں گی اور اس کے علاوہ میری اس تحریر سے اور امور انتخاب کر کے قیل و قال کا دروازہ کھول دیا جاوے گا۔ اور اُس کا مقصد صرف یہ ہوگا۔ کہ میاں صاحب کے متعلقین کو ایک اور شغل ملجاوے۔ حلف کا معاملہ تو غت ربود ہو جاوے اور بحث کا دروازہ اتنا وسیع ہو جائے کہ مجھ جیسے عدیم الفرصت کو ان امور سے اعراض کرنا پڑے۔ اس لئے میں دیگر احمدی بھائیوں کی خدمت میں جن سے شہادت طلب کی ہے عرض کرتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک پر یہ شہادت قرآناً فرض ہے۔

تم میں سے ہر ایک نے خدا کے آگے جانا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو خدا کی کتاب کہتی ہے کہ لا تکتموا الشہادۃ تم اپنے ایمانوں کو بچاؤ۔ اگر تم اس شہادت دینے کے معاملہ کو میاں محمود احمد صاحب کے فیصلہ پر منحصر رکھتے ہو تو تم سخت گنہگار ہو تمہارے امتحان کے لئے یہ وقت نکل آیا۔ تم نے ثابت کرنا ہے کہ تم پیر پرست نہیں بلکہ خدا پرست ہو۔ دیکھو تم کو بار بار کہتا ہوں۔ کہ میاں صاحب مامور نہیں مصئون عن الخطاء نہیں۔ تمہاری جماعت کے معاملات کا ایک منتظم ہے۔ تم اس کی اطاعت صرف اسی حد تک کرنے کے شرعاً پابند ہو۔ جو قرآن اور اسلام کے مطابق ہو جہاں یہ خلاف قرآن کہے اس میں اس کو لاسمعاً وطاعۃً کہنا سیکھو۔ اس تمہارے طریق عمل سے اُس کا بھی فائدہ ہوگا۔ اغلباً میاں صاحب کے ایماء سے تو تم کو حکم ہو چکا ہے کہ حلفیہ بیان مت دو۔ اور لا تکتموا الشہادۃ کے حکم خداوندی کی پرواہ نہ کرو۔ لیکن تم اپنے ایمان کو بچاؤ اور اس بات پر بھی غور کرو۔ کہ میاں صاحب نے کہاں تک اس معاملہ میں تقوے پر قدم مارا ہے۔ الفضل میں جو نکلے وہ میاں صاحب کی طرف سے سمجھا جاوے گا۔ اور اگر یہ اُن کی طرف سے نہیں تو کیوں وہ تردید نہیں کرتے۔ اور ایسے بزرگ کی باتیں کہاں تک قابل اتباع ہیں کیا کوئی شخص اگر تم سے تمہارے اسلام کا ثبوت مانگے۔ اور اُس کا سہل ثبوت یہ ہے کہ تم کلمہ شہادت پڑھ کر خدا کی توحید اور آنحضرت صلعم کی رسالت کی شہادت دو۔ تو کیا تم اس طلب شہادت پر میاں صاحب کا مُنہ دیکھو گے کہ وہ کلمہ شہادت کے پڑھنے کی تم کو اجازت دیتا ہے یا نہیں۔ یا اگر میاں صاحب تم کو یہ حکم دے کہ تم شہادت مت دو میں تم سب کی طرف سے تمہارے اسلام کی شہادت کلمہ شہادت پڑھ کر دے دوں گا یا بالفرض وہ یہ کہے۔ کہ پہلے تم سے کلمہ پڑھانے والا خود کلمہ پڑھ لے۔ اور جب تک وُہ کلمہ نہ پڑھ لے تو تم کلمۂ شہادت نہ پڑھنا۔ اب تم خود ہی فیصلہ کرو۔ کہ کیا تم ایسے مرشد کی باتیں قبول کرو گے۔ اور تمہارا ان معاملات میں اُس کی اطاعت کرنا مطابق قرآن ہوگا۔ سوچو کہ تم اِن ہمیوں پر

کیا کروگے۔ اب یہ بھی عند اللہ شہادت ہے جو میں تم سے مانگتا ہوں۔ اور اس شہادت کے مقابل یہ احکام اور یہ طریق جو قادیان سے تجویز ہوا ہے۔ وہ کہاں تک صحیح ہے۔ اے ہوش مندو! فکر کرو۔ غور کرو۔ پیر پرستی کے نتائج بد سے بچو۔ جماعت پر ایک سردار کا ہونا تو ایک ضروری امر ہے۔ وہ تمکو مبارک۔ لیکن وہ سردار صرف سردار ہو۔ وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہو سکتا۔ اُس کے حکم جو خلاف قرآن وحدیث ہوں اُس کے منھ پر مارو۔ اور اُس کو ہوش میں لاؤ۔ ورنہ تمہاری پیر پرستانہ تقلید نہ صرف تمکو ہی تباہ کرے گی بلکہ میاں صاحب میں بھی کوئی قابل رشک اخلاق پیدا نہیں کرے گی۔ دیکھو تمہاری ان باتوں نے میاں صاحب سے کیا کچھ کہایا۔ میاں جمال الدین کی لڑکی کے خطبہ نکاح پر میاں صاحب کہاں کے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ اس خطبہ کو پڑھو سمجھو۔ غور کرو۔ اگر ایسی باتوں سے ہی احمدیت کی کامیابی ہے۔ تو پھر علی پور سنگڑ۔ جلالپور کولڑہ جا کر دیکھو۔ وہاں یہ تمام باتیں قادیان سے بہت بڑھ چڑھ کر پاؤ گے۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میرا تجویز کردہ معاملہ حلف جہاں ایکطرف تمہارے امتحان کا موقعہ نکالتا ہے کہ آپ پیر پرست بنتے ہیں یا با خدا۔ اور قرآن پرست۔ دوسری طرف آپ لوگوں کو یہ سمجھنے اور غور کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ کہ میاں صاحب کہاں تک امور متنازعہ میں فیصلہ کرنے پر طیار رہیں۔ اور اُن کا طریق عمل کہاں تک مطابق شرع ہے۔ اب میں مفتی صاحب کے دیگر امور متذکرہ اشتہار الفضل کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ حلف سے بچنے کے لئے مفتی صاحب نے ایک گذشتہ واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کا صاف کر دینا یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مفتی صاحب یوں لکھتے ہیں :۔

"دوسری شرط یہ ہے کہ ہماری طرف سے پہلے آپ پر اور آپ کی پارٹی کے بعض ممبروں پر بعض سوالات ہو چکے ہیں۔ مگر آپ لوگوں نے جواب سے پہلوتہی کی ہے۔ چنانچہ آپ سے ہی حلفیہ شہادت اس امر کی طلب کی گئی تھی۔ کہ آپ نے جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی حضرت فضل عمر پر یہ الزام لگایا تھا۔ کہ اُنھوں نے خلیفۃ المسلمین بننے کے لئے گورنمنٹ پنجاب کو چٹھی لکھی ہے۔ اور آپ نے لوگوں کے پاس ظاہر کیا تھا۔ کہ معتبر ذریعہ سے یہ

خبر پہونچی ہے۔ اِس کے متعلق اپنی حلفیہ شہادت شائع کرو۔ مگر آپ اِس حلفیہ شہادت سے پہلوتہی کر کے خود آثم قلبہ کے مصداق ہو گئے۔ جب آپ خود آثم قلبہ کے مصداق ہیں تو آپ کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ دُوسروں سے شہادت طلب کریں۔
کسی کے آثم قلبہ کے نیچے آجانے سے اُس کا حق طلب شہادت نہ شرعاً اور نہ قانوناً زائل ہوتا ہے مفتی صاحب کو چاہیئے تھا۔ کہ بجائے اس کے یوں لکھتے۔ کہ چونکہ آپ آثم قلبہ کے ماتحت ہیں۔ ہم بھی ویسا ہی بن جاویں گے۔ اور قسم نہیں کھاویں گے۔ ہاں تم پہلے اِس زد سے نکلو۔ تو پھر ہم بھی آپ کے قدم پر قدم رکھیں گے۔ وِالّا جو تم نے کیا ہی اب ہم بھی وہی کریں گے۔
مذکورہ بالا عبارت سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ میاں صاحب پر چِٹھی بھیجنے کا الزام میں نے بھی لگایا۔ اور اُس کے متعلق وہ ہم سے حلفیہ بیان چاہتے ہیں۔ اور اُنھوں نے پہلے بھی ایسا مطالبہ کیا تھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میاں صاحب پر جب یہ الزام تھا۔ تو بیشک میاں صاحب کا حق تھا۔ کہ اپنے الزام لگانے والوں کو یا تو عدالت میں کھینچتے۔ یا اُنسے خدا کے سامنے حلف طلب کرتے۔ اور سب سے احسن طریق یہ تھا۔ کہ میاں صاحب معاملہ متنازعہ میں خود حلف لے کر پہلے اپنی بریت کرتے۔ پھر اپنے الزام دھندگان سے حلف طلب کرتے۔ جیسے کہ میں نے اِس مطالبہ حلف میں طریق اختیار کیا ہے۔ اب میں مفتی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو یقین اور علم ہے۔ کہ میں نے کوئی الزام میاں صاحب پر لگایا۔ کہ میاں صاحب نے کوئی درخواست دی؟ اگر مفتی صاحب کو علم نہیں تو پھر کس تقوے کی بنیاد پر مفتی صاحب نے یہ لکھدیا۔ کہ مینے الزام میاں صاحب پر لگایا لیکن مفتی صاحب پر تو اِس وقت پیر پرستی سوار ہے۔ خود میاں صاحب اُن کے مرشد نے کس تقوے کی بنیاد پر مجھ پر الزام لگایا تھا۔
مفتی صاحب! ہوش سے اپنے مرشد کے اُس اشتہار کو پڑھو۔ جس میں اِس الزام کا ذکر ہے۔ پھر اُن شہادتوں کو پڑھو۔ جن کی بنیاد پر وہ اشتہار نکلتا ہے۔ میرے پاس وہ اشتہار اِس وقت یہاں موجود نہیں۔ کہ میں اُس کی نقل یہاں دیدیتا لیکن مجھے خوب یاد ہے۔ کہ

میاں صاحب کی جمع کردہ شہادتوں میں یہ ذکر تو ضرور ہے۔ کہ میرے مکان پر اس قسم کی گفتگو ہوئی تھی۔ یا میاں صاحب کے گورنمنٹ میں درخواست دینے کا چرچا ہو رہا تھا لیکن اُن شہادت دھندگان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا۔ کہ یہ خبر کمال الدین کے مُنہ سے ہم نے سُنی ہے۔ یا کمال الدین یہ کہہ رہا تھا۔ کہ مجھے میاں صاحب کی چٹھی کا علم ہے یا میں اُس چٹھی کو دیکھ آیا ہوں۔ یا اُس کے متعلق تحقیق کر آیا ہوں۔ واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ کہ ایام جلسہ دسمبر میں یہ خبر (خدا کو ہی علم ہے کہ سچ ہے یا غلط) احمدیہ بلڈنگس میں چکر لگا رہی تھی۔ مختلف مکانات میں مہمانوں کے اتارنے کا انتظام کیا گیا تھا میرے مکان میں بھی پچیس تیس فروکش تھے۔ وہاں بھی یہ خبر زیر گفتگو تھی۔ اور ہمیں حیرت بھی ہو رہی تھی کہ میاں صاحب اب کہاں پہنچ رہے ہیں۔ اور ہمیں اس خبر کی صحت کے متعلق ظن بھی تھا۔ کیونکہ میاں صاحب کا طریق سابق اس پر دال تھا۔ ان سب امور کی تشریح میاں صاحب کے مطالبہ پر سید محمد حسین شاہ صاحب نے اُسی وقت کر دی۔ اور ایک اشتہار دے دیا تھا۔ جس کو نیچے درج کر دیا جاتا ہے۔ اب اگر کچھ بھی تقوٰی ہے تو ان سب امور پر انصاف سے غور کرو۔ اور سوچو کہ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ پھر اس معاملہ میں میاں صاحب نے کہاں تک عمل کیا۔ اُن کو کس نے کہا۔ کہ میں نے یہ خبر اڑائی ہے یا وضع کی ہے۔ اُن کی جمع کردہ شہادتوں سے تو یہ ظاہر نہیں ہوتا پھر کس تقوٰے کی بنیاد پر میاں صاحب نے اپنے اشتہار[1] میں میرے متعلق یہ لکھ دیا۔ کہ میں اس خبر کا ذمہ دار ہوں کیا اس کا نام الزام نہیں۔ الزام تو میاں صاحب نے

[1] ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کا تردیدی اشتہار حسب ذیل ہے:۔

ایک اِلزام کا ازالہ

میاں محمود احمد صاحب نے مجھ پر اور میرے بعض احباب پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ ہم نے اُن کے متعلق یہ غلط افواہ اڑائی۔ کہ میاں صاحب نے گورنمنٹ سے اپنے خلیفۃ المسیح تسلیم کئے جانے کی استدعا کی ہے۔ اور گورنمنٹ نے بالمقابل

مجھ پر غلط طور پر لگایا۔ اور اُسی الزام کا آج مفتی صاحب نے اپنے اشتہار میں اعادہ کیا اور حلف مجھ سے طلب ہو۔

مذہبی معاملات میں مداخلت سے انکار کیا ہے۔ میاں صاحب نے اِس الزام کے ثبوت میں جو اُنھوں نے ہم پر لگایا۔ اپنے بعض مریدین کے تحریری بیانات اور خطوط درج کر دیئے ہیں۔ جن سب کے پڑھنے سے صرف اسی قدر نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ایّام جلسہ میں مذکورہ بالا افواہ یا مبینہ خط و کتابت کا چرچا اس جگہ ہو رہا تھا۔ جس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ لیکن میاں صاحب نے کس قدر تقوےٰ کو چھوڑ کر اس معاملہ میں کام لیا۔ کہ من وجہ ہم پر اِس خبر کو افترا کرنے کا الزام لگا دیا۔ ہم اِس خبر کے افترا کرنیوالے پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور جو ہمیں اِس خبر کا مفتری بنائے اُس کا معاملہ اللہ تعالےٰ پر چھوڑتے ہیں۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ ہم نے یہ خبر نہیں اُڑائی۔ نہ بنائی۔ ہاں یہ خبر وثوق کے ساتھ سنی۔ اور جو طریق عمل میاں صاحب نے خلافت کے شوق میں اختیار کر رکھا ہے۔ اُس سے اِس خبر پر یقین کر لینا ہمارے لئے بالکل ضروری تھا۔ کیا حضرت حکیم صاحب خلیفۃ المسیح کی وفات پر گورنمنٹ میں ایک تار اپنی خلافت کے ثبوت میں نواب محمد علی خان صاحب کی طرف سے نہیں دلوائی گئی۔ کیا اُس کے بعد پھر ایک وفد گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجا گیا۔ اِس کے بعد پھر ایک اور درخواست* نہیں بھیجی گئی۔ اظہار وفاداری تو ہم سب کا

*فٹ نوٹ :۔ اِس درخواست کے ہمراہ۔ جو میاں صاحب نے گورنمنٹ کے پاس بھیجی ہے۔ ایک اعلان انگریزی میں ترجمہ شدہ ریویو میں شائع کیا ہے۔ جن پر نام کے آگے Caliph II لکھا ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ میانصاحب کا شوق خلافت کیا کیا باتیں سرزد کرا رہا ہے۔ کیا یہ سمجھا جاوے۔ کہ میاں صاحب انگریزی لفظ Caliph کے مفہوم سے ناواقف ہیں۔ اور ایسا ہی مولوی شیر علی صاحب مترجم۔ یا وہ واقعی کیلف ہونے کا ادعا رکھتے ہیں۔ میانصاحب غور کرو سلسلہ احمدیت کو کوئی تعلق ان ملکی معاملات سے نہیں جو کسی Caliph کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ ان باتوں سے سلسلہ کو کسی مصیبت میں مت ڈالو

(باقی نوٹ صفحہ ۳۱ پر)

اگر یہ خبر میاں صاحب پر واقعی الزام تھی۔ تو میاں صاحب کا بیشک شرعی حق تھا۔ کہ وہ اپنے الزام لگانے والوں سے نہ مجھ سے حلفیہ شہادت طلب کریں لیکن جس نے یہ الزام ہی نہ دیا ہو۔ وُہ حلف کس امر کا لے۔ میں جب اس امر کو تسلیم کرتا ہوں

شعار ہے۔ اور احمدی جماعت کی وفاداری ایک مسلّمہ امر ہے۔ لیکن احمدی وفاداری ان وفدوں اور درخواستوں کی محتاج نہ تھی۔ میاں صاحب نے اس اشتہار میں نہایت عقلمندی سے کام لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ مجھے گورنمنٹ سے کسی خطاب کی ضرورت نہیں نہ میں نے کوئی درخواست دی ہے۔ یہ کس نے کہا ہے۔ کہ آپ نے کوئی درخواست بطلبی خطاب دی ہے۔ خبر تو یہ ہے۔ کہ آپ نے کوئی چٹھی اپنے خلیفۃ المسیح تسلیم کیئے جانے کے متعلق لکھی ہے۔ آپ نے کسی قسم کی چٹھی بھیجنے سے انکار نہیں کیا۔ اس تمام تنازعہ کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے بجائے اس کے کہ طلبی خطاب سے انکار کیا۔ کیوں آپ نے اس قسم کی چٹھی لکھنے سے حلفاً انکار نہیں کیا۔ ہم آپ سے پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اوّل تو اُس ایڈریس کی نقل شائع کریں جو بصورت وفد آپ نے لاٹ صاحب کی خدمت میں دیا۔ اگر وُہ ایڈریس نہ تھا۔ تو جو زبانی عرضداشت کی گئی اُس سے ہُو بہُو آپ احمدی پبلک کو علم دیں۔ پھر یہ بھی ہمیں اطلاع دیں۔ کہ کیا مطبُوعہ چٹھی کے علاوہ کوئی اور چٹھی آپ نے آج تک گورنمنٹ پنجاب میں نہیں بھیجی۔ اور اگر بھیجی ہے۔ تو آپ اُس کی نقل چھاپ دیں۔ پھر یہ بھی معتبر ذریعہ سے سُنا گیا ہے۔ کہ کوئی خاص چٹھی کلکتہ میں چھپوانے کا انتظام تھا۔ اِس کی صحت سے بھی پبلک کو اطلاع دیں۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں۔ کہ یہ خبریں جو آپ کے متعلق پیدا ہوتی ہیں۔ اور جن میں سے بعض بعد میں صحیح ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ہماری افترا کردہ نہیں۔ ہم مفتریوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لیکن پھر

بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۳۰:۔ نہ آپ کیفٹ ہیں۔ اور نہ ہمارے سلسلہ کو کسی کیلف کی ضرورت ہے۔ ہاں یہ شوقِ خلافت ہے۔ جو آپ سے ایسی لایعنی باتیں کرا رہا ہے +

تو پھر حلف کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ میرے مکان میں یہ خبر ضرور اس وقت معرض گفتگو میں آ رہی تھی۔ لیکن اگر مجھ سے یہ حلف طلب ہوتا ہے۔ کہ تم اُس چٹھی کے متعلق حلف لو تو یہ ایک بیہودہ اور لغو مطالبہ ہے۔ و من اظلم ممّن کذب شھادۃ عندہ میں لفظ عندہ پر غور کرو۔ اگر کسی کو کسی بات کا علم ہو۔ اور پھر وہ بر طلب شہادت اُس کو چھپائے تو وہ اظلم ہے۔ لیکن جس کو کسی بات کا علم ہی نہیں۔ اُس سے شہادت کا طلب کرنا ایک لغو امر تھا۔ بات یہ ہے کہ میں ولایت سے تازہ تازہ آیا ہوا تھا۔ میں نے میاں صاحب سے اُن عقاید کا مطالبہ کیا۔ میاں صاحب غالباً اِس فکر میں تھے۔ کہ مجھ پر کوئی الزام تراشیں۔ جب یہ چٹھی کا واقعہ ہوا تو جھٹ میاں صاحب نے میرے سر پر یہ الزام تھوپا۔ کہ میں نے یہ افترا اُن پر کیا۔ کیا میاں صاحب کو میرے متعلق الہام ہوا تھا۔ کہ میں نے یہ الزام اُن پر دیا ہے۔ اُن کی جمع کردہ شہادتوں سے تو یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ میں اس خبر کا بانی ہوں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اِس سے میاں صاحب کی قلبی کیفیت کا پتہ لگتا ہے۔ مفتی صاحب! اب آپ نے سمجھا کہ یہ ایک لغو مطالبۂ حلف تھا۔ اور شھادۃ عندہ کے ماتحت نہیں آیا تھا۔ اِس لئے اس سے اعراض کیا گیا۔ میں تو یہ بیان حلفاً ہی دے سکتا تھا۔ کہ میں نے کوئی خبر مشہور نہیں کی۔ ہاں میں نے یہ خبر ضرور سُنی تھی۔ لیکن میاں صاحب کا جو مطالبہ مجھ سے تھا۔ اُسکی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱

میاں صاحب کو ہم یاد دلاتے ہیں کہ اُنھوں نے اِس اشتہار کے لکھنے میں تقویٰ سے کام نہیں لیا یہ ہم پر افتراء ہے۔ کہ ہم نے یہ خبر افتراء کی اور نہ میاں صاحب کے مریدین کی طبع شدہ تحریریں اُن کو ایسا لکھنے کی اجازت دیتی ہیں۔
یہ خبر اگر غلط بھی ہو تو ہم پر اس کا الزام نہیں۔ جبکہ ہم خدا کے نزدیک اسکے بانی نہیں۔ ہاں میاں صاحب نے ہم میں سے بعض پر ایک خطرناک افترا باندھا ہے۔ جس کا ثبوت میاں صاحب سے طلب کیا گیا۔ اور میاں صاحب نے تاحال خاموشی اختیار کی۔ کیا میاں صاحب نے ایک جمعہ کے خطبہ میں یہ اعلان نہیں کیا۔ کہ ہم میں سے بعض نے کوئی چٹھیاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو لکھیں۔ اور اُن میں خیانت کا الزام دیا۔ (باقی حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۳)

تو مجھے کوئی خبر نہ تھی۔ اور نہ میاں صاحب نے جو شہادت جمع کی تھی۔ اُس سے میں میاں صاحب کے مطالبہ کا ذمہ وار ٹھیرتا تھا۔ میں نے اُس وقت درگذر کیا۔ اور احمدی پبلک کو اس طرف متوجہ کرنا نہ چاہا۔ کہ جو شخص ایسے رکیک اور بے تعلق ثبوت سے اوروں پر الزام دینے میں جلد بازی کرتا ہے۔ وہ کہاں تک خلیفہ بننے کے قابل ہے۔ میں نے اس وقت یہ معاملہ نظرانداز کیا۔ جس کو آج مفتی صاحب نے پھر جگا کر مجھ سے مجبُوراً یہ کلمات لکھوائے۔ یہ بھی غور طلب معاملہ ہے۔ کہ میاں صاحب نے اُس وقت تو جھٹ پٹ شہادتیں لکھوا کر اشتہار شائع کیا لیکن آج کیوں شہادت کی راہ میں یہ روکیں پیدا ہو رہی ہیں۔

اِن لوگوں کا یہ ہمیشہ سے مسلک ہے۔ کہ ہم پر یہ الزام دیں۔ کہ ہم اپنے حضرت اعلےٰ کی اولاد کے مخالف ہیں۔ اِس طریق سے یہ لوگ۔ مریدین حضرت کے جذبات کو روک کر ان کو صحیح استدلال کرنے اور مسائل متنازعہ پر غور کرنے کے قابل نہیں چھوڑتے۔ جب کوئی معاملہ ہماری طرف سے بحث میں آیا۔ اور ہماری دلائل کا اُن سے جواب نہ بن پڑا۔ تو جھٹ اُنھوں نے یہ شور ڈالنا شروع کیا۔ کہ دیکھو ان لوگوں نے اہلِ بیت پر حملہ کیا۔ یا حضرت کے جگر گوشہ کو تکلیف دی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے بھی یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ مجھ پر الزام یہ دیا ہے۔ کہ میں نے جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ اِس وقت احمدی فرقہ میں بحث بچوّں کے ہاتھ آگئی ہے۔ اس سے میری مراد میاں محمود احمد ہیں۔ مفتی صاحب! میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ آپ بھی لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ شاید آپ نے ذیل کی عبارت کو نہیں پڑھا۔ اب پھر پڑھو۔ اور خط کردہ فقرات پر غور کرو +

نتیجہ حاشیہ صفحہ ۳۲

ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹی نے میاں صاحب سے مطالبہ اُن چٹھیات کا کیا۔ میاں صاحب نے کیوں ماسٹر صاحب کے مطالبہ کا جواب نہیں دیا۔ یا انہ صاحب کی خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ میاں صاحب نے یہ افترا کیا ہے۔ پس بجا ہے نہیں غلط بیانی کا الزام دینے کے آپ اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر تو دیکھیں +

فریقین کے سرکردوں کو چھوڑ کر بدقسمتی سے یہ بحث ایسے ہاتھوں میں آ رہی ہے۔ جو اس کے اہل نہ تھے۔ اور تماشہ یہ ہے۔ کہ جن بزرگوں کا میں ذکر کرتا ہوں۔ وہ اس وقت مُہر خاموشی مُنہ پر لگائے بیٹھے ہیں۔ اور حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس وقت کے مباحث میں زیادہ تین قسم کے اصحاب نے حصہ لیا ہے الخ

اس کے بعد میں نے تین قسموں کا ذکر کیا ہے۔ یعنی (۱) وہ جو حضرت اعلےٰ کے وقت سن رشد کو نہ پہنچے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (۲) وہ جو حضرت اقدس کے بعد سلسلہ میں آئے۔ (۳) وہ جن کی تحریر اور تصنیف ماسبق اُنکے موجودہ عقیدہ اور بیان کے خلاف ہے۔

یہ جو مینے اس وقت کے مباحثہ کرنے والوں کی تقسیم کی ہے۔ وہ میرے علم میں بالکل صحیح ہے۔ الفضل کا فائل اس کا شاہد ہے۔ خواہ اسی ہفتہ کا دیکھ لیا جاوے لیکن ان مباحثہ کرنے والوں کی تقسیم کرنے سے پہلے میں یہ بھی لکھتا ہوں "فریقین کے سرکردوں کو چھوڑ کر" یا تو مفتی صاحب کے نزدیک میاں محمود احمد صاحب جماعت کے سرکردہ نہیں۔ اور اگر وہ سرکردہ ہیں۔ تو پھر مفتی صاحب نے ایک دوسرا الزام مجھ پر صرف اس منافرت کے پھیلانے کے لئے لگایا ہے۔ کہ جس پر اس جماعت کو شاید ناز ہے۔

پھر ایک تیسرا الزام اور مفتی صاحب نے مجھ پر لگا دیا ہے۔ کہ میں نے ابتدا میں تو ان لوگوں سے شہادت طلب کرنی چاہی ہے۔ جو برسوں حضرت کی خدمت میں آتے رہے۔ اور پھر فہرست میں ایسے آدمی دے دیئے ہیں۔ جو حضرت کے پاس مہینوں اور برسوں نہیں رہے۔ اور ایسا کرنے میں مَیں نے چالاکی کی ہے۔ میں اس بہ بھی یہی لکھتا ہوں۔ جو مینے پہلے لکھا ہے۔ میں مفتی صاحب کی نیت اور ارادہ پر ان کی طرح حملہ نہیں کرتا۔ نہ ان کو ترکی بہ ترکی بدزبانی سے یاد کرتا ہوں۔ میں صرف اسی قدر کہتا ہوں۔ کہ تعصب نے مفتی صاحب کو اس قابل نہیں چھوڑا۔ کہ وہ اردو کی عبارت کو بھی سمجھ لیں۔ مَیں نے یہ کہاں کہا ہے۔ کہ میری فہرست میں

سارے کے سارے اس قسم کے آدمی ہیں۔ میں نے اس فہرست میں ایک ایسی شہادت خاصہ کی بھی تعریف کر دی ہے۔ جو عنقریب مفقود ہونے والی ہے۔ اور اس پر میرے الفاظ زیر بحث صادق آتے ہیں۔ لیکن جب میں فہرست شاہدین کا ذکر کرتا ہوں تو ذیل کے الفاظ لکھتا ہوں:-

"میں نے اس تحریر کی اغراض کے لیئے یک صد آدمی انتخاب کئے ہیں۔ جو ہر دو فریق سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ اس فہرست میں اُن دوستوں کی تعداد زیادہ ہے۔ جو میاں صاحب سے بیعت کر چکے ہیں۔ اُن میں سے زیادہ حصّہ اُن بزرگوں کا ہے۔ جو اکثر قادیان آتے رہے۔ اور مدتوں حضرت اقدس کی خدمت میں رہتے رہے۔ اس سے میری مراد یہ نہیں۔ کہ جماعت میں ان کے سوا اور نہیں ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ تعداد کافی سے بھی زیادہ ہے۔"

مفتی صاحب خدا کے آگے کیا جواب دو گے۔ دیکھو میں خود تسلیم کرتا ہوں کہ فہرست میں کل وُہ نہیں جو برسوں حضرت کی خدمت میں رہے۔ میں خود تسلیم کرتا ہوں کہ فہرست میں کثرت اُن کی ہے۔ جو کثرت سے قادیان آتے جاتے رہے میں نے برسوں کا ذکر فہرست کے اصحاب کے متعلق نہیں کیا۔ تو پھر ان میں وُہ بھی ہیں جو کثرت سے نہیں آتے جاتے رہے۔ پھر میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کہ جماعت میں اور بھی ہیں جو حضرت کے فیض یافتہ ہیں۔ میں نے اغراض شہادت کے لئے اُن میں سے چند انتخاب کر لئے۔ ہاں اس فہرست میں وہ شہادت بھی ہے جن پر برسوں کی فیض اندوزئی حضرت کا لفظ صادق آتا ہے۔ مفتی صاحب یہ آپ کو کیا ہو گیا۔ اس طریق عمل سے کیا فائدہ ہوگا۔ بیشک الفضل کے کل پڑھنے والوں تک میری تحریر نہیں پہنچے گی۔ اور آپ کی خلاف بیانی آپ کا مطلوبہ نتیجہ پیدا کر دیگی لیکن خدا کے نزدیک آپ کیا جواب دیں گے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ فہرست میں یک صد نام نہیں۔ لیکن کیا یہ غلطی کوئی اہم غلطی ہے۔ یا امور متنازعہ پر کوئی اثر رکھتی ہے۔ یا اس سے کبھی کو دھوکا لگ سکتا ہے۔ آخر بعد میں تو وہی شہادتیں

لکھی جاویں گی جو میرے پاس پہونچیں گی۔ کیا اس فروگذاشت سے آپ کو اُس مذاق اڑانے کا حق پہنچتا ہے۔ جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ مفتی صاحب میں ابتک آپ کو شریف سمجھتا ہوں۔ خدا کرے اس رائے کو آپ اپنے متعلق برقرار رہنے دیں۔ دیکھو اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ جسدن یہ اشتہار مینے لکھا۔ میں اس شام کو ایبٹ آباد آ گیا۔ نام پورے نہ تھے۔ میں کہہ آیا۔ کہ نام ایبٹ آباد جا کر بھیجدوں گا۔ یہاں آ کر میرے اور اشتغال نے مجھے یہ امر بھلا دیا۔ اور میرا بھول جانا ایک ایسا امر ہے۔ کہ اگر آپ اپنے علم سے کام لیں گے تو آپ اس کو بالکل ممکن تسلیم کر لیں گے۔ بہرحال وہ فہرست اب پوری کر دی جاوے گی۔

مفتی صاحب کی کل باتوں کا جواب ہو چکا۔ اب ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انھوں نے میرے اعتقاد پر حملہ کیا۔ پھر اس میں بھی متدین طریق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ مفتی صاحب نے یہ ایما کیا ہے۔ کہ نہ تو میں احمدی ہوں۔ اور نہ صحیح عقائد کا مسلمان۔ بلکہ ریشنلسٹ جسکی تعریف مفتی صاحب نے ایک ڈکشنری سے نقل کر دی ہے کہ ریشنلسٹ وہ ہوتا ہے جو وحی اور الہام پر عقل کو ترجیح دیتا ہے۔ ان دونوں الزامات کے ثبوت میں مفتی صاحب نے یہ لکھا ہے۔ کہ بعض غیر احمدیوں کی رائے میں میں احمدی نہیں سمجھا جاتا۔ اور مئی کے مہینہ میں ایک انگریز نے مجھ سے لمبی گفتگو کی۔ اور میری گفتگو سے اُس پر یہ اثر ہوا۔ کہ اُسنے مجھے ریشنلسٹ سمجھا۔ اور اُس نے قیاس کیا۔ کہ میرا تعلق مرزا صاحب سے بہت خفیف ہے +

مفتی صاحب کے تقوی کا پتہ تو اس سے چلتا ہے۔ کہ مفتی صاحب اِس انگریز کی نہ تو ساری چھٹی نقل کرتے ہیں۔ اور نہ اُس انگریز کی حیثیت اُس کا پتہ اُس کا اسلام سے تعلق بتلاتے ہیں۔ نہ اُس کا نام بتلاتے ہیں۔ کہ تا ہم کو پتہ لگے۔ کہ ایسے شخص کی رائے کہاں تک قابلِ وقعت ہے۔ اور پھر زیادہ سے زیادہ اُس کی ایک رائے تھی اور بس ایسا ہی میرے احمدی نہ ہونے کے متعلق بعض غیر احمدیوں کی رائے تھی۔ کوئی یہ نہیں کہتا۔ کہ میں نے کہیں اس امر کا اعلان کیا۔ اب ان رائوں کے مقابل میرے اشتہار نا لب حلف میں میرا ذیل کا بیان موجود ہے ؛

"میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں۔ کہ حضرت صاحب کی وفات کے دن تک میرا کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا۔ کہ عالی حضرت مرزا صاحب کامل نبی تھے۔ یا امر نبوت میں وُہ آنحضرت صلعم کے برابر تھے۔ بلکہ جو حضرت صاحب سے خود سُنا یا اُن کی تصانیف پڑھیں۔ اُس سے میرا یہی عقیدہ رہا۔ اور اب بھی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو جو نبوّت خدا تعالیٰ نے عطا کی۔ وہ ایک جزوی۔ ظلی۔ بروزی نبوت تھی۔ نہ حقیقی۔ یہ اس قسم کی نبوّت ہے۔ جو حسب مدارج کامل افراد امت کو ملتی ہے۔ اور ملتی رہے گی۔ اور یہ وہ نعمت ہے کہ جس کے حاصل کرنے کا دروازہ ہر ایک اُمتی کے لئے کھلا ہے"۔

یہ میرا حلفیہ بیان ہے۔ اِس کے علاوہ اسی اشتہار میں مینے حلفاً جو عقیدہ حضرت مرشدنا مرزا صاحب کے متعلق لکھا۔ اِس میں یہ کہا۔ کہ آجتک میرا عقیدہ یہ ہے مفتی صاحب آپ کا قصور نہیں۔ آپ کو یہ علم ہی نہیں۔ کہ ریشنلسٹ کے معنے پادریوں کی اصطلاح میں کیا ہیں۔ اور اگر ریشنلسٹ کے وُہ معنے ہیں۔ جو آپ نے ڈکشنری سے نقل کئے ہیں۔ تو پھر عقل سے کام لو۔ کیا مذکورہ بالا حلفیہ بیان دینے والا کبھی ریشنلسٹ ہوسکتا ہے۔ وہ تو خود الہام اور وحی کے دروازہ کو اپنے پر کھُلنا ممکن تسلیم کرتا ہے پھر وہ منکر الہام کیسے ہوسکتا ہے۔ پھر کیا مذکورہ بالا حلف لینے والا اِس حلفیہ بیان کے لکھنے تک احمدی ثابت نہیں ہوتا۔ لکیر کردہ الفاظ اب بھی ہے۔ کو پڑھو۔ وہ تو اس منٹ بھی اپنے اُن عقائد پر قائم ہونا ظاہر کرتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کی وفات پر اُس کے عقائد تھے۔ پھر یہ کون سی ایمانداری اور تقوے ہے۔ کہ تمہارے پاس ایک شخص کے عقائد کے متعلّق اُس کا حلفیہ بیان ہو۔ اور اِس حلفیہ بیان کے مقابل کسی غیر کی اور دشمن کی رائے ہو۔ جو یہ نہیں کہتا۔ کہ مینے کمال الدین کو ایسے عقائد بیان کرتے سُنا۔ بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ کمال الدین سے گفتگو کرنے پر مینے یہ قیاس یا رائے قائم کی۔ کیا ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ کی امانت و دیانت تم کو ایسے محاکمہ کی اجازت دینی تھی۔ تمہارا فرض تھا۔ کہ جہاں اُن راؤں کا ذکر کیا تھا۔

وہاں میرے حلفیہ بیان کا بھی ذکر کرتے۔ ہاں یہ آپ کو کہنے کا حق حاصل تھا۔ کہ ہم اس بیان کو یقین نہیں کرتے۔ لیکن اگر یہ لوگ اس طرح امانت دیانت سے کام لیں۔ تو الفضل کے پڑھنے والوں کو راسخ الاعتقاد بنانے کے لئے یہ کیسے کہہ سکیں کہ دیکھو خلافت محمود کی مخالفت نے اُن کو احمدیت اور اسلام سے بھی دور کر دیا۔ پھر اُن کے مرشد کی کرامت کیسے ثابت ہو۔

مفتی صاحب! آپ کا فرض تھا۔ کہ آپ اس مفروضہ انگریز کا بھی نام لیتے۔ کہ وہ امریکن پادری والٹر ہے۔ تاکہ لوگ سمجھ جاتے۔ کہ اس پادری کی رائے اور قیاس کہاں تک ایک ایسے شخص کے متعلق صحیح ہو سکتا ہے۔ جس نے مسیح موعود کی شاگردی میں تثلیث کی بیخ کنی کا مشن قائم کیا ہے۔ سو مجھ سے سنو پادری والٹر کو مجھ سے سخت رنج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میں اسلامک ریویو میں کیوں مشنریوں کے چلن اور اخلاق پر حملہ آور تحریریں نکالتا ہوں۔ اس نے خود چٹھیات بھیجکر مجھ سے ملاقات کی اور مدت تک میرے سامنے یہی رونا روتا رہا۔ کہ تم ہماری جماعت پر کیوں حملہ کرتے ہو۔ پھر عیسائی عقیدہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ اور میں نے اسے کہا۔ کہ میں کسی ایسے عقیدہ کو تسلیم کرنے کو طیار نہیں۔ جس کے ماننے اور قبول کرنے میں عقل سلیمہ کا فقدان ہو۔

مفتی صاحب! جس اسلامک ریویو کے آپ گیت گایا کرتے تھے۔ اُس میں اس عقیدہ کا اظہار شروع سے ہو رہا ہے۔ اور یہی عقیدہ ہم کو قرآن اور حدیث اور اپنے مرشد حضرت مرزا صاحب نے تعلیم کیا ہے۔ مفتی صاحب آپ کو علم نہیں۔ کہ جو شخص عیسوی عقاید پر منطق اور عقلی دلائل سے حملہ کرے۔ اس کو یہ لوگ یعنے پادری فوراً ایتھسٹ کہہ دیتے ہیں۔ ایسا ہی ھیدن اگرچہ ایک کافر بت پرست اور خدا کے نہ ماننے والے کو انگریزی میں کہتے ہیں۔ لیکن یورپین عیسائی دُنیا میں ہر ایک غیر مسیحی ھیدن کہلاتا ہے۔ پھر اگر کوئی پادری آپ کو ھیدن کہہ دے۔ تو کیا آپ ڈکشنری کے معنے کے مطابق ھیدن ہو سکتے ہیں۔ پادری آپ کو ھیدن جانتے ہیں حالانکہ ھیدن کی تعریف ڈکشنری میں جو ہے۔ وہ آپ پر صادق نہیں آتی۔

ایک اور امر قابل غور ہے - کہ ایک پادری کو جو دشمن اسلام ہے - اور جو ہر ایک ایسے شخص کا دشمن ہے - جو میری طرح تثلیث کی بیخ کنی کا ساعی ہے - وہ میرے خلاف میاں صاحب یا مفتی صاحب کو کیوں کہنے لگا - اور ان لوگوں سے کس طرح اس کا اختلاط پیدا ہو گیا - پھر کیا وجہ ہے کہ لاہور کے وہ اخبار جو سلسلہ کے سخت معاند و دشمن تھے - اور مدت العمر سلسلہ کے دشمن رہے ہے - وہ آجکل ان لوگوں کے نوحامی ہیں اور ہمارے دشمن حالانکہ اس معاملہ میں ہم اور یہ یکساں ہیں - کیا اس سے یہ سمجھ نہیں آتی - کہ ان دشمنان احمدیت کے نزدیک حقیقی اور سچا احمدی کون ہے - اور احمدیت سے دور کون -

مفتی صاحب میں نے نہ تو آپ سے کوئی تمغہ لینا ہے - اور نہ مجھے کسی کے بہتانات کی پرواہ ہے - آپ نے تو آج لکھا ہے - کہ میں احمدی نہیں ہوں - اور یہ کہنے میں کسی غیر احمدی کے قیاس پہ حصر کیا ہے - میں نے تو یہ آواز قادیان سے مدت ہوئی سنی تھی - میں جس دن ولایت سے لاہور آیا - اُس سے تیسرے چوتھے دن قادیان سے ایک اشتہار نکلا - کہ میں تو کبھی بھی احمدی نہ تھا - اب آپ ہی ایمان سے کہو کہ یہ صریح کذب و بہتان تھا یا نہیں - بات یہ ہے - کہ آپ لوگوں کو اسی میں فائدہ ہے - کہ ہمارے متعلق ایسی باتیں مشہور کی جائیں - مذکورہ بالا اشتہار دینے والے نے جلد بازی کی - اور آپ نے کسی قدر آہستگی سے کام لیا - مفتی صاحب آپنے مجھے بیہودا اسکریوطی کہا - میں اس کے جواب میں بہت کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن مینے عند اللہ آپ کو معاف کیا - خدا تعالےٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ ولا تنابزوا بالالقاب پر عمل کریں - اپنے عقاید کے معاملہ میں مجھے صرف ایک ذات پاک خداوند کے آگے ہی جواب دہی ہے - لیکن چونکہ میں نے دیکھا - کہ میرے متعلق یہ افترا اور اڑائے جانے کے سامان ہو رہے ہیں - اس لئے سب سے پہلے میں نے اپنا عقیدہ اپنے لیکچر "اندرونی اختلافات" میں بیان کیا - اُس کے بعد ہی میں نے شمالی ہندوستان اور یوپی بہار کا دورہ کیا - اور جہاں کہیں لیکچر دیا - وہاں مینے اپنا عقیدہ حضرت

اقدس کے متعلق علے الاعلان ہزارہا مخلوق میں بیان کردیا۔ کانپور۔ لکھنؤ مچھلی شہر۔ بنارس۔ غازی پور۔ بانکی پور۔ چھپرا وغیرہ وغیرہ ہر جگہ علے الاعلان میں نے پبلک کو لیکچروں میں اطلاع دی۔ کہ میں مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مجدد تسلیم کرتا ہوں۔ اور وہ میرے مرشد ہیں۔ اگر مفتی صاحب کو حق طلبی کا شوق ہے۔ تو ان شہروں کے مبایعین سے حلفاً دریافت کرلیں۔ پھر اس کے علاوہ الفضل نے جو میرا وہ مکالمہ شائع کیا ہے۔ جو لکھنؤ میں ایک مولوی کے ساتھ بیسیوں آدمیوں کے سامنے ہوا۔ وہ گفتگو میرے عقاید متعلقہ حضرت اقدس کے متعلق ہی ہوئی تھی کیا وہاں میں نے حضرت مرزا صاحب کو اپنا مرشد اور مسیح موعود تسلیم نہیں کیا۔ پھر کیا خود اہلحدیث نے مچھلی شہر کے جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے میرے متعلق یہ شکایت نہیں کی کہ میں نے مرزا صاحب کا ذکر ایک ایسے پلیٹ فارم پر کیا جو فرقہ بندی کے جھگڑوں سے الگ تھا۔ اور مجھے ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا۔ مجھے تو حیرت آتی ہے۔ کہ ہمارے ان دوستوں کے اخلاق کو کیا ہو گیا۔ لیکن ان کو تو اپنا الّو سیدھا کرنا منظور ہے۔ انھوں نے تو ہندوستان کے چار دانگ میں یہ خبر اڑا دی ہے۔ کہ کمال الدین نہ اب مسلمان ہے اور نہ احمدی۔ تاکہ خلافت کی کرامت ثابت ہو جائے۔ خواہ اس خبر کے پھیلانے میں ساتھ ہی اُن کے اپنے ایمان کا صفایا بھی ہو جائے۔ ہم تو حیران ہیں۔ کہ یہ لوگ ہمیں کس خلافت کی طرف بلاتے ہیں۔ ہمارا تجربہ تو یہ ہے۔ کہ آج ایک شخص بیعت خلافت میں داخل ہوتا ہے۔ اور کل اپنے کل اخلاق کو خیر باد کہکر بدزبان۔ غالی بنجاتا ہے۔ اور ہماری ایذا رسانی کو پایۂ ایمان سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اسی ماہ کے الفضل کے پرچوں میں میرے اُن بیانوں کی تصدیق موجود ہے۔ میں تو جہاں گیا۔ میں نے انکے جوانوں کو ایسا ہی پایا۔ الّا ماشاء اللہ۔ اگر کچھ فرق دیکھا۔ تو ہندوستان کے مشرق میں کچھ فرق دیکھا۔ لعض وہی لوگ جو میاں صاحب کی بیعت سے پہلے بالکل سلیم طبع تھے۔ وُہ بیعت کے بعد شوخ طبیعت۔ بدظن۔ بدزبان۔ بدگمان جاہیں یوں طبع ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمیں حیرت یہ آتی ہے۔ کہ اُن میں سے ہر ایک اس بات کا متمنی و

منتظر ہے۔ کہ ہم پر کب کوئی ابتلا یا مصیبت آتی ہے۔ تاکہ اُن کے نزدیک کوئی کرامت ہو جاوے۔ کسی کی بیوی مرتی ہے یا بچہ فوت ہوتا ہے۔ یا اُس کو کوئی اور تکلیف آتی ہے۔ تو یہ اظہارِ کرامت کرنے لگتے ہیں۔ اور اُن کے گھروں میں خوشیاں ہوتی ہیں۔ اے نادانو! ہم میں تم میں تو چنداں فرق نہیں۔ آخر ہم بھی احمدی ہیں۔ تم کو کیا ہو گیا۔ کیا تمہاری پیش گوئیوں کے لئے۔ تمہاری کرامتوں کے لئے کوئی دشمن اسلام۔ کوئی دشمن حضرت اقدس جناب مسیح موعود۔ کوئی دشمنِ خدا موجود نہیں۔ خیر و شر تو ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے وھم لا یفتنون پر غور کرو۔ پھر اِن مصائب کے ظہور پر کیا کسی کی کوئی کرامت ٹھہر سکتی ہے۔ کون پیغمبر۔ کون نبی۔ کون ولی کون مجدد گذرا ہے جن پر ابتلائیں اور مصائب نہیں آتے۔ کس کے عزیز نہیں مرتے۔ کس کا نقصان نہیں ہوتا۔ کون مصائب میں گرفتار نہیں ہوتا۔ تو پھر کیا یہ اُن کے دشمنوں کی صداقت کا نشان ہو جاتا ہے۔ میاں مبارک کی وفات کس دشمن احمدیت کی کرامت تھی۔ حضرت اقدس کو سخت تکلیف دینے والی مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی موت کس ہمارے دشمن کی صداقت کا نشان تھا۔ اے نادانو! یہ واقعات کل دُنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے۔ ہاں یہ واقعات اُس وقت نشان ہو جاتے ہیں۔ جب کسی کی اعلان کردہ پیش گوئی کے ماتحت ہوں۔ اگر کسی کی کوئی پبلک میں اعلان کردہ پیش گوئی نہیں تو پھر یہ واقعات کسی کی صداقت و کرامت کا نشان ہی نہیں ہو سکتے۔ تم اپنے اخلاق کو مت گنواؤ۔ اس طرح ہماری تکالیف یا ہماری مصائب کی تمنا میں رہنا۔ تم میں سے سب اخلاق فاضلہ مار ڈالے گا۔ تم کو خونی مزاج اور خون کا پیاسا کر دیگا۔ تم کو دوسروں کی تکلیف رسانی پر آمادہ کرے گا۔ چنانچہ تم میں سے بعض نے ایسا کیا ہے۔ تم میں سے کل اخلاق شفقت اور رحم کے مر جاویں گے۔ اسلام کی لازمی جُز ہے شفقت علی خلق اللہ۔ دوستو! اگر تم کو خدا سمجھ دے تو تم خدا کے آگے روؤ اور گڑگڑاؤ۔ اور عاجزی سے دُعا کرو۔ کہ اے خدا یہ ہمارے بھائی تھے ہم میں سے تھے۔ اُن کو غلط راہ سے نکال کر صراط مستقیم پر لے آ۔ اُن کے دلوں سے غل و غش کو نکال دے۔ ان کو نفسانیت سے پاک کر یہ ہم سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہمارے

بھائی ہیں۔ ان کو ہم سے ملا۔ خدا ہی جانتا ہے۔ کہ میں تمہارے متعلق جب موقعہ ملتا ہے یہی دُعا کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ مجھے اور تمہیں صراط مستقیم پر قایم کرے۔ اور ہم میں سے جو غلطی پر ہے۔ اُس کو غلطی سے نکالے۔ اور اِس نفاق کو اتفاق میں مبدّل کر دے آمین

از مقام ایبٹ آباد۔ خواجہ کمال الدّین

کوٹھی شاہزادہ بخارا۔ ۲۰۔ اگست ۱۹۱۵ء

مکرر آنکہ مفتی صاحب نے حلف سے بچنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے۔ کہ جن لوگوں نے میاں صاحب کی بیعت کر لی ہے۔ انھوں نے اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیا۔ کہ وہ میاں صاحب کے ہم عقیدہ ہیں۔ اُن سے حلف لینے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے۔ میں نے تو خود میاں صاحب سے بھی حلف طلب کیا ہے۔ کہ حضرت اقدس کی کتب ماقبل ۱۹۰۱ء کا خیال اُن کو کب آیا۔ اور اسی کے متعلق دو حلف باقی اصحاب سے طلب کئے ہیں۔ اس سے میاں صاحب کی بیعت کو کیا تعلق۔ پھر میاں صاحب نے جب بیعت ہی اِس اصول پر لینی شروع کی تھی۔ کہ اُن میں اور اُن سے بیعت کرنے والے میں عقاید کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ تو پھر بیعت کہاں ثبوت اس امر کا ہے۔ کہ میاں صاحب اور اُن کے پیرو کے عقایدٔ باہم ایک ہیں۔ پھر بالفرض اگر پیر مرید ہم عقیدہ بھی ہوں تو یہ کس نے پوچھا ہے کہ آج اُن کا کیا عقیدہ ہے۔ دریافت تو کیا ہے۔ کہ حضرت اعلےٰ کی وفات کی تاریخ اِن بزرگوں کا کیا عقیدہ تھا۔ پھر ہمیں ذاتی علم ہے کہ بیعت کنندگان میں سے بعض میاں صاحب کے عقایدٔ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور حضرت اعلےٰ کی قریباً ¾ تصنیف کی منسوخ ہونے کا عقیدہ تو وہ نرالا عقیدہ ہے۔ جو میرے نزدیک کل کی کل جماعت کے لئے ایک نیا انکشاف ہے۔

کمال الدّین

تبلیغ احمدیت

اور

صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب کا ایک نیا رنگ

"تبلیغ احمدیت" کے عنوان سے ایک اشتہار صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب قادیانی کی طرف سے آجکل شائع ہوا ہے۔ اس میں غیر احمدی طبقہ مسلین کو دعوت دیگئی ہے کہ وہ امامنا حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس صدی کا مجدد قبول کریں۔ اِس میں صاحبزادہ صاحب مذکور نے اپنے مخاطبین کو مسلمان کر کے خطاب کیا ہے دراصل یہی صحیح اور سچا طریق تبلیغ ہے۔ جو آج میاں صاحب نے اختیار کیا ہے حضرت مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد ہی تھے۔ اور اُمت مرحومہ میں آنے والا مسیح بھی ایک مجدد ہی ہونا تھا۔ اور کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہمارے غیر احمدی مسلم بھائی کیوں اِس نور کو جلد قبول نہ کریں جو حسب بشارات محمدیہ اِس وقت مشرق سے ظہور پذیر ہوا۔ آخر مجدد کی حدیث ایک متفق علیہ حدیث ہے۔ اس کے ماتحت مجدد آتے رہے۔ اور مانے گئے۔ مجدد صدی کے سر پر ایک ہی عالم ربانی ہوتا رہا۔ نہ گروہ علماء ربان۔ چودھویں صدی شروع ہو چکی ہے اور اُس پر ایک تہائی گذر چکی۔ صدی کا سر ختم ہو گیا۔ ظہور مجدد کا وقت ٹل گیا۔ کوئی مدعی مجددیت سامنے نہیں آیا۔ پھر کیوں اِس مجدد یعنے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو تسلیم نہ کیا جاوے۔ جس نے وہی کام کیا۔ جو مجدد کیا کرتے ہیں۔ جس کی جماعت کے بعض ممتاز افراد اُسی طرح خدمت اسلام کرتے ہیں۔ جو کسی مجدد کے فیض یافتہ کیا کرتے ہیں دراصل احمدیت دُنیا میں اسی لئے آئی۔ کہ ایک مجدد ربانی کے زیر سایہ حنفی مبلغین اسلام

کی ایک جماعت پیدا کرے۔ نہ یہ کہ ختم رسالت کے بعد کوئی اور نبوت پیدا کرے۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب کے اس اشتہار کو دیکھ کر جو بات ہمیں حیرت میں ڈالتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کیوں میاں صاحب نے اس اشتہار جدید میں اپنے اُن غلط عقاید کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ جس نے اس وقت احمدی جماعت کا شیرازہ پراگندہ کر دیا ہے۔ کیا یہ تبدیلی روش نوعمری کا تلون ہے۔ یا ابن الوقتی کا تقاضا۔ یا اپنے عقاید باطلہ سے توبہ۔ یہ امور میاں صاحب کے مبایعین خود فیصلہ کریں۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ کیا اس اشتہار کا لکھنے والا وہی قادیان کا ممبر نا محمود احمد نہیں۔ کہ جس نے محض ایک ذاتی اور شخصی عناد کی وجہ پر آغاز تحریک مسلم یونیورسٹی کے وقت اِس مفید تحریک کی مخالفت کر کے کل اہل قبلہ کلمہ گوؤں کی تکفیر کے لیے ایک کفرنامہ تیار کیا۔ یعنی جب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے لیکچر متعلقہ مسلم یونیورسٹی میں کل کلمہ گوؤں کو مسلمان کہا۔ اور اُن کے مکفرین کو غلطی پر کہا تو خواجہ صاحب کے ساتھ ذاتی عناد نے میاں صاحب کو کلمہ گوؤں کی تکفیر پر آمادہ کیا۔ اِس وقت تو یہ تکفیر نامہ مُسلمانان صادق خلیفۃ المسیح حضرت حکیم نورالدین صاحب قبلہ کے حکم سے اشاعت سے رُک گیا۔ لیکن میاں صاحب کی اندرونی ریشہ دوانیوں نے آہستہ آہستہ اہل اسلام کے اپنے اِس بے ضرر طبقہ احمدیت میں جو جمالی رنگ لے کر نکلا تھا۔ ایک جماعت مکفر اہل اسلام پیدا کر دی۔ جو حضرت حکیم نورالدین صاحب قدس اللہ سرہٗ کے وصال کے بعد ہی اپنی تحریر و تقریر میں کلمہ گوؤں کو کافر پکارنے لگ گئی۔ ان لوگوں کو جب قادیان سے یہ تلقین ہوئی ہے۔ کہ وہ ایسے احمدیوں کے ساتھ بھی جنھوں نے اِس اسلامی تمدن و شفقت سے ناآشنا بزرگ کو اپنا خلیفہ قبول کرنے سے انکار کر دیا کسی قسم کی موانست۔ مجالست اور مواکلت حتیٰ کہ سلام تک بھی نہ رکھیں[۱]۔ تو پھر غیر احمدی مسلم اور اُن کے بعد غیر مسلم اِس غیر معمولی اخلاق

[۱] دیکھو اخبار الفضل جلد ۲ نمبر ۷۱ مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۳۔ جس میں صاحبزادہ صاحب کو خلیفہ نہ ماننے والوں کو ظالم قرار دیکر آیت کریمہ لاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کے ماتحت جماعت محمودیہ کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ "تم ظالموں کی طرف ذرا بھی مائل نہ ہو۔ ورنہ تمھیں بھی آگ چھو جائے گی۔ جس میں وہ خود پڑے ہیں۔ یعنے اگر تمہارے تعلقات اُن لوگوں کے ساتھ ہوں۔ جن کے ایمان یا اعمال میں کسی قسم کی بھی ظلمت یا نقص ہے۔ تو ضرور ہے کہ اُن کی تاثیرات سے تم بھی متاثر ہو۔ اور پھر انجام کے لحاظ سے تم اِن نتائج

(باقی صفحہ ۴۸ پر دیکھو)

والے خلیفۃ المومنین سے جو کچھ امید سلوک رکھ سکتے ہیں وہ ظاہر ہے۔ جس کا اپنے بھائیوں سے یہ وطیرہ ہے۔ اس کا غیروں سے کیا سلوک ہوگا۔ ہاں تعجب تو یہ ہے۔ کہ یہی مکفر مسلین یعنے میاں محمود احمد صاحب آج اس اشتہار میں غیر احمدیوں کو مسلمان کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ گو قادیان کی دیگر تصانیف میں برابر کفر کا بازار گرم ہے۔ پھر ایک اور امر حیرت افزا ہے۔ کہ کیا یہ وہی مرزا محمود احمد صاحب نہیں جنھوں نے اپنی خلافت کو آیت استخلاف کے ماتحت لانے کے لئے آج تیرہ صد برس بعد ختم نبوت کی مُہر کو توڑنا چاہا۔ اور حدیث لا نبی بعدی کے ہوتے ہوئے حضرت اقدس مرزا صاحب کے لئے وُہ نبوت تجویز کی۔ کہ جس سے خود حضرت اعلیٰ کو انکار تھا۔ اور جس کے مدعی کو حضرت اقدس نے کافر اور کاذب قرار دیا[۱] کیا اشتہار مذکور (تبلیغ احمدیت) کا لکھنے والا جو اس تحریر میں مرزا صاحب کی مجددیت پر ہی زور دیتا ہے۔ اور ان کی نبوت کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتا۔ اور اپنے غالی مریدین کی خوشنودی کے لیئے لفظ ,,رسول،، کو مبہم طریق پر استعمال کرتا ہے۔ کیا یہ وہی صاحب نہیں جو ابھی کل تک اُن مخلص اور سچے احمدیوں پر اس لیئے مداہنہ اور نفاق کا الزام دیتا تھا۔ اور اب بھی دیتا ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کو صرف مجدد وقت مان کر انکو بطور مجدد ہی مسلم پبلک کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور مسیح موعود کو بھی مجدد ہی تسلیم کرتے ہیں۔ میاں صاحب کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ منافق اور مداہنہ کرنے والا وہ احمدی نہیں ہو سکتا۔ جو مرزا صاحب کو مجدد ہی مانتا ہے۔ اور مجدد ہی پیش کرتا ہے۔ بلکہ ایسے اخلاق سے

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۴: میں شامل ہوگے۔ جن میں وہ ظالم خود گرفتار ہونے والے ہیں۔

پس ہماری مواکلت۔ مجالست و موانست والمؤمنون اولیاء بعضھم لبعض کے مُطابق انہی سے ہونی چاہیئے۔ جو صاحب ایمان ہوں۔۔۔۔ نہ ان لوگوں سے جن کی صحبت ایک زہر کا حکم رکھتی ہے۔ اور جن سے ایک گھڑی کا تعلق کبھی بست سالہ نیکیوں کو واغدار بنا دے سکتا ہے +

[۱] حضرت اقدس جناب مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "اس عاجز (مرزا غلام احمد) نے سُنا ہے۔ کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ ان تمام امور کا قائل ہوں۔ جو اسلامی

(باقی صفحہ ۴۶ پر دیکھو)

متصف وہ انسان ہے جو میاں صاحب کی طرح مرزا صاحب کو نبی تو مانتے اور کلمہ گوؤں کو کافر سمجھے لیکن اشتہار میں نہ مرزا صاحب کو نبی لکھے اور نہ مخاطب غیر احمدیوں کو کافر۔ انکے مریدین تو یہ کہتے ہیں۔ کہ جو مرزا صاحب کو صرف مجدّد ہی مانتا ہے۔ اور مجدد کے رنگ میں ان کا ذکر کرتا ہے وہ مرزا صاحب کی بے ادبی کرتا ہے۔ اور ان کی شان کو گھٹاتا ہے۔ اور یہ لوگ اگر بیعت کے ساتھ اپنی عقل کو بھی بیع نہیں کر چکے۔ تو دیکھیں کہ آج اُن کا مرشد کیسا بے ادب اور حضرت صاحب کی شان گھٹانے والا ثابت ہو رہا ہے۔ جو مرزا صاحب کی نبوت کا اس اشتہار میں مطلقاً ذکر نہیں کرتا۔ اور ان کے منکر کو کافر نہیں بلکہ صرف موت جاہلیت کا مورد ٹھیراتا ہے

میاں محمود احمد صاحب کا ایک بچپن کا خیال یہ بھی ہے۔ جو شاید ابھی تک ان کے سر سے نہیں نکلا۔ کہ جب تک ہم غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہیں گے وہ احمدیت کی اہمیت کو نہ سمجھیں گے۔ کیا میاں صاحب نے اب ان بچپن کے خیالات سے تبرّا کیا ہے۔ یا مصلحت وقت نے جو ہمارے نزدیک مداہنہ و نفاق ہے۔ آج میاں صاحب سے کافروں کو مسلمان کہلایا میاں صاحب تو کہا کرتے ہیں۔ کہ جب مرزا صاحب کو پیش کرو۔ تو ان کے اصلی رنگ میں نبی کر کے پیش کرو۔ لیکن آج اُن کو کیا ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کو اصلی رنگ میں پیش نہیں کیا جاتا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷:۔ عقاید میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنّت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن اور حدیث کے رُو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیّدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دُوسرے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے۔ کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہو گئی" انتہی بلفظہ الشریف از اشتہار دہلی

۵ میاں صاحب کے اصلی الفاظ یہ ہیں " ہم حضرت مسیح موعود کو نبی کے سوائے اور کیا کہہ سکتے ہیں کیا محدث اور مجدّد؟ ہاں بے شک ہم یہ بھی کہہ سکتے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ محدّث اور مجدّد بھی تھے لیکن محدّث اور مجدّد تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی تھے۔ لیکن جب کوئی آنحضرت صلعم کا دعوے پوچھے تو ہم کبھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ بس آپ کا دعوے صرف مجدّد اور محدّث ہونیکا تھا۔ نہیں ایسے موقعہ پر ہم کہینگے

باقی نوٹ صفحہ ۴۹ پر دیکھو

یہ دورنگی کیوں؟ اس کی وجہ ہمارے نادان[۵] میاں صاحب کی اپنی تحریروں میں موجود ہے ان کا خیال ہے۔ کہ کل پیغمبر اپنے دعاوی کی تبلیغ میں حکمت (چال) سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنے دعوے کو آہستہ آہستہ منواتے ہیں۔ اور اسی طرح مرزا صاحب نے بھی آہستہ آہستہ منوایا۔ **جو شخص اپنی اغراض کے لئے پیغمبروں جیسے معصوم کو نرم لفظوں میں چالباز کہتا ہے۔ اس سے کب دور ہے۔ کہ وہ خود بھی اسی چال سے یہاں کام نہ لے۔**

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶:۔ کہ آپ کا دعویٰ نبی ہونیکا تھا۔ بلکہ خاتم النبیین ہونے کا تھا۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور آپ کے درجہ کے متعلق سوال ہو۔ تو ہم مجبور ہونگے کہ بتائیں کہ آپ کا آخری درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آنحضرت صلعم کا ظلی نبی[*] ہونا تھا۔ (الفضل ۲۵)

* "آخری درجہ نبی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آنحضرت صلعم کا ظلی نبی ہونا" یہ خدا جانے کون سی اصطلاح یا کیا ترکیب ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کا ظلی نبی ہونا اس آخری درجہ نبوت سے بڑھ کر ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر کیا "ظلی نبی" "نبی" سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ صاحبزادہ صاحب حضرت اقدس میرزا صاحب کا درجہ آنحضرت صلعم سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو بقول میاں صاحب نبی تھے۔ ظلی نبی ہونے کا دعوےٰ آپ کا نہ تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظلی نبی ہونا تھا۔ پس اس لحاظ سے سب سے بڑھ کر درجہ حضرت مرزا صاحب کا ہوا۔ نہ کہ آنحضرت صلعم کا۔ ونعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ کیا میاں صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ انھوں نے کس جگہ پڑھا ہے۔ کہ آنحضرت کا ظلی نبی ہونا" نبی ہونے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ فہل من مجیب؟

[۵] میاں صاحب کے مبایعین لفظ نادان سے ناراض نہ ہوں وہ شخص نادان سے بھی بڑھ کر کسی اور لقب کا مستحق ہے۔ جو اپنے استدلال کے جوش میں اپنے مقدس باپ کو من وجہٍ نادان کہدیتا ہے۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے متقابلہ تحریرات۔ جن میں میاں صاحب اور حضرت اقدس مرزا صاحب کے استدلال میں صریحاً متضاد نظر آتا ہے۔ اور میاں صاحب اپنے مخالف استدلال کرنیوالے کو نادان کہکر حضرت اقدس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

(باقی نوٹ صفحہ ۴۸ پر دیکھو)

پہلے مجدد منوائے۔ پھر نبوت پیش کرے۔ میاں صاحب کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی نبی کا اپنا دعوےٰ منوانا اور اس کی تعلیم دو الگ اور متمیز امور ہیں۔ امر اوّل کے اعلان میں کسی مامور یا مرسل نے مصلحت وقت کا لحاظ نہیں کیا۔ جس منصب پر خدا تعالےٰ نے انھیں مامور کیا۔ انھوں نے فوراً ظاہر کر دیا۔ ہاں امر دوم ہی مصلحت حکمت اور تدریج کو چاہتا ہے۔ در اصل امر اوّل میں کسی قسم کا اخفا بمنزلہ منافقت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء اور ایسا ہی مرزا صاحب نے اتباع رسول صلعم میں اپنے دعوے کی نوعیت کے اعلان میں نہ کبھی اخفاء کیا۔ اور نہ کبھی کسی مصلحت کو برتا۔ نہ تدریج کا لحاظ کیا۔ اوّل سے آخر تک ان کا دعوے اپنی نوعیت میں علی الاعلان اور ایک ہی رنگ میں تھا۔ ہاں آپکے صاحبزادہ صاحب نے اپنے مخاطبین کو فاسق ٹھہرانے کے لئے اپنی خلافت کو آیت استخلاف کے ماتحت لانا چاہا [۵]۔ اور جب دوسروں کے اعتراض سے ہوش آئی۔ کہ مرزا صاحب تو ایک نبی کے خود خلیفہ ہیں۔ اور آیت استخلاف میں صرف نبیوں کی خلافت کا ذکر ہے

میاں صاحب کا استدلال۔

بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسولٍ الّا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر ہے جب اللہ تعالےٰ خود دوسری جگہ فرماتا ہے کہ انّا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی و نور یحکم بھا النبیون "۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۵)

حضرت اقدس مسیح موعود کا استدلال

" افسوس کہ مولوی صاحب مرحوم (نواب صدیق حسن خانصاحب) کو یہ سمجھ نہ آیا۔ کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسولٍ الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا۔ کہ دوسروں کا مطیع اور تابع ہو۔ (ازالہ اوہام حصّہ دوم صفحہ ۲۳۵ تا ۲۳۶۔ ایڈیشن دوم) *

[۵] - انبیاء و مامورین کے خلفاء کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و (باقی صفحہ آئندہ پر)

نہ کسی خلیفہ، نبی کی خلافت کا۔ تو میاں صاحب نے جو ابھی ضد اور عزم میں تمیز کرنے کی عمر تک نہیں پہنچے۔ اپنی ہٹ کو قائم رکھنے کے لئے مرزا صاحب کو نبی[۵۱] قرار دیدیا۔ پھر جب میاں صاحب کو حضرت مرزا صاحب کی متواتر تحریرات میں دکھلا دیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو حقیقی نبی نہیں قرار دیتے بلکہ اپنی نبوت کو "مجاز اور استعارہ" کے رنگ میں سمجھتے ہیں[۵۲]۔ تو پھر میاں صاحب کا سوائے اس کے اور کیا چارہ تھا۔ کہ اپنے باپ کی پندرہ سالہ تحریرات کو بہ خلف الصدق منسوخ کر دے۔ اور یہ اعلان کرے۔ کہ پورے پندرہ سال حضرت اقدس نے اپنے الہامات کو سمجھا ہی نہیں[۵۳]۔ یہ ہے وہ ہٹ کا پکا اولو الہٹ[۵۴] جسکو غلطی سے اولوالعزم پکارا جاتا ہے۔ بہرحال اسجگہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم میرزا محمود احمد صاحب مشتہر اشتہار "تبلیغ احمدیت" کے اپنے عقائد سے پبلک کو اطلاع دیں۔ حضرت

بقیہ نوٹ نمبر ۴۸:۔ وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض الخ اب اس آیت کے ماتحت جس قسم کی خلافت آنحضرت صلعم کے بعد ہوئی۔ وہی خلافت راشدہ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اسی قسم کی خلافت مسیح موعود کے بعد ہونی ضروری ہے" (دیکھو ٹریکٹ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" صفحہ ۲۴ مصنفہ میاں صاحب)

۵۱ اگر کوئی شخص حقیقی نبی کے یہ معنے کرے۔ کہ وہ نبی جو بناوٹی یا نقلی نہ ہو۔ بلکہ درحقیقت خدا کی طرف سے خدائیتعالےٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتلائے ہوئے معنوں کی رُو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو۔ تمام کمالات نبوت اُس میں اس حد تک پائے جانے ضروری ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں۔ تو میں کہوں گا۔ کہ ان معنوں کے رُو سے حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے" (القول الفصل صفحہ ۱۲)

۵۲ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ (میرا نام اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر) حقیقۃ الوحی۔

۵۳ نبوت کا مسئلہ آپ (حضرت مرزا صاحب) پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ" ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپنے نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء میں آپنے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے پس ۱۹۰۱ء

(باقی نوٹ صفحہ ۔ دیکھیں)

۵۴ قارئین کرام ہمیں اس غلط ترکیب سے معاف کریں

مرزا صاحب ضرور مجدد وقت ہیں اور اُن کو قبول کرنے سے ہی ایک انسان حسب حدیث نبوی جہالت کی موت سے بچ سکتا ہے۔ لیکن یہ کس قدر ظلم ہے۔ کہ ایک مسلم اس جہالت کی موت سے بچتا بچتا ایک خطرناک ضلالت کی موت میں گرفتار ہو جاوے۔ جو میاں محمود احمد صاحب کے ہم عقاید ہونے سے لازم آتی ہے۔ اِس لئے راقم الحروف نے پسند کیا کہ پبلک پر میاں صاحب کے اصل عقاید ظاہر کر دیئے جاویں۔ حضرت مرزا صاحب تو بالضرور مجدد اور مسیح موعود ہیں۔ اور زمانہ اُن کو ایک دن مان کر رہے گا۔

(۱) میاں محمود احمد صاحب حضرت مرزا صاحب کو برخلاف آپ کے دعوے و تحریر کے نبی مانتا ہے۔ نہ صرف نبی ہی۔ بلکہ اس کے رسالہ میں مرزا صاحب کو "ایسا نبی کہ جیسے محمدؐ خدائیگان" لکھا گیا۔ دیکھو تشحیذ الاذہان بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۴ء۔ ٹائیٹل پیج +

(۲) میاں محمود احمد صاحب مرزا صاحب کے الہامات کو بمنزلہ قرآن قرار دیتا ہے۔ اور قرآن کو مرزا صاحب کے الہام پر مقدم نہیں جانتا ہے[۱]۔

(۳) میاں محمود احمد صاحب مرزا صاحب کے ایسے اقوال کو جو صحیح حدیث کے خلاف ہوں۔ حدیث پر ترجیح دیتا ہے[۲]۔ حالانکہ یہ وہ اقوال ہیں جن کی صحت روایت کا کوئی ثبوت نہیں؟ بالمقابل۔ مرزا صاحب اپنے اقوال کو تو درکنار اپنے الہامات کو قرآن اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹:۔۔۔ سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱) + اور ۱۹۱۰ء کے بعد کی کتب میں سے ایک کتاب میں بھی اپنی نبوت کو جزئی قرار نہیں دیا۔ اور نہ ناقص اور نہ نبوت محدثیت اور نہ صاف الفاظ میں کہیں لکھا ہے۔ کہ میں نبی نہیں۔ صفحہ ۱۲۰ +

آپ پہلے تو نبی کی اور تعریف کرتے تھے۔ اور چونکہ اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے اس لیے آپ کا خیال تھا۔ کہ نبی سے نیچے اتر کر جو درجہ ہے وہ محدث کا ہے۔ میں وہی ہونگا۔ اور اس درجہ کا نام محدثیت ہی ہوگا +

[۱] قرآن کریم اور الہامات مسیح موعود دونوں خدا تعالیٰ کے کلام۔ دونوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیئے مقدم کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (الفضل جلد ۲ نمبر ۱۳۰ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۱۵ء صفحہ ۶ کالم ۲)

(باقی ع۲ صفحہ ۵۱ پر ملاحظہ کریں)

حدیث پر عرض کرتے ہیں۔ اور حدیث کے متعلق میاں تک فرماتے ہیں:۔ اگر ایک حدیث ضعیف درجہ کی بھی ہے۔ بشرطیکہ وہ قرآن اور سنت اور ایسی احادیث کی مخالف نہیں جو قرآن کے موافق ہیں۔ تو اس حدیث پر عمل کرو۔" (کشتی نوح)

(۲) میاں محمود احمد صاحب کل ایسے کلمہ گوؤں کو جنھوں نے ابھی تک مرزا صاحب کو قبول نہیں کیا۔ خواہ وہ مرزا صاحب کے نام سے بھی واقف نہیں ہیں۔ کافر جانتا ہے۔ اور

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰:۔ ۵ مسیح موعود سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں۔ وہ حدیث کی روایت سے معتبر ہیں۔ کیونکہ حدیث ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نہیں سنی۔ (الفضل جلد ۲ نمبر ۱۳۲ مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۱۵ء صلا کالم ۳)۔

۵۱ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "ہمیں بھی اگر کوئی کشف یا رویا یا الہام ہوتا ہے۔ تو ہمارا دستور ہے کہ اسے قرآن مجید پر عرض کرتے ہیں اور اسی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔" (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۱ بابت ۱۷ نومبر ۱۹۰۷ء صلا کالم ۱)

۵۲ دیکھو تشحیذ الاذہان جلد ۶ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء میں صاحبزادہ صاحب کا مضمون بعنوان "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے۔" نیز القول الفصل ص ۳۳ پر لکھا ہے۔ "دوسرا مسئلہ کفر ہے۔۔۔ اس مسئلہ پر میں خود حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریریں شائع کر چکا ہوں۔" (اس پر حاشیہ میں تشحیذ ۱۱ء کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ وہاں حضرت صاحب کی عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اور ان صاف تحریرات کو جن میں حضرت صاحب نے اس فتوائے کفر سے اپنی بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور جن میں سے ایک حاشیہ صفحہ ۵۳ میں درج کیجاتی ہے حذف کر دیا ہے۔ ناقل)۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہو میرا عقیدہ وہی ہے۔" اور جب میں مرزا صاحب کی نبوت کی نسبت لکھ آیا ہوں کہ وہ ویسی ہی ہے جیسی اور نبیوں کی۔ پس جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے وہی مرزا صاحب کے منکر کی نسبت ہے۔" پھر الفضل جلد ۲ نمبر ۲ و ص ۳ پر لکھا ہے کہ قرآن کریم کی وہ آیت جس میں اللہ تعالے نبیوں اور رسولوں کے انکار کو کفر قرار دیتا ہے ثابت کرتی ہے کہ اس سے مراد وہی گروہ ہیں پس اس آیت میں نبیوں اور رسولوں کے الہام کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعود چونکہ اسی گروہ میں شامل تھے۔ اس لئے اُن کا انکار بھی اسی آیت کے ماتحت آتا تھا۔

ان کے لئے دُعائے مغفرت کرنا اور ان پر نماز جنازہ ادا کرنا حرام سمجھتا ہے[1]۔ حالانکہ اس کے بالمقابل خود حضرت مرزا صاحب آپ کی طرف ایسا عقیدہ منسوب کرنے والے کو مفتری قرار

---

[1] میاں صاحب کا فتوائے متعلق جنازہ غیر احمدیان۔ (۱) "حضرت مسیح موعود کا عمل (یعنی انھوں نے اپنے لڑکے فضل احمد کا جنازہ نہ پڑھا۔ حالانکہ آپ کا یہ فعل خاص حالات کے ماتحت تھا۔ جو اس صریح تعامل کے بالمقابل ہرگز ٹھیر نہیں سکتا۔ جو اگلے صفحہ پر میاں صاحب کے مریدین کی حلفیہ شہادتوں سے واضح ہوتا ہے۔ ناقل) اور یہ ڈائری (ڈائری کا اقتباس بھی وہ سرے صفحہ پر دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے محض مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے ناقل) اور قرآن شریف کے اس حکم کے ہوتے ہوئے (قرآن شریف کا یہ حکم صرف نبیوں اور رسولوں کے منکرین کے متعلق ہے نہ کہ مجددین کے۔ ناقل) ہم کبھی یہ نہیں مان سکتے۔ کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے"۔ اگر یہ کہا جائے کہ کسی ایسی جگہ جہاں تبلیغ نہیں پہونچی۔ کوئی مرا ہوا ہو۔ اور اُس کے مرچکنے کے بعد وہاں کوئی احمدی پہنچے۔ تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے۔ اِس کے متعلق یہ ہے کہ ہم تو ظاہر پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے نبی اور رسول کی پہچان اسے نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم اس کا جنازہ نہیں پڑہیں گے اگر وہ شخص خدا تعالےٰ کے نزدیک بخشش کا مستحق ہے۔ تو ہمارے جنازہ پڑھنے کے بغیر ہی خدا تعالےٰ اُسے بخشدے گا۔ اور اگر وہ بخشش کے لائق نہیں۔ تو ہمارے جنازہ پڑھنے سے بھی نہیں بخشا جائیگا" (الفضل جلد ۲ نمبر ۱۳۶ مورخہ ۶ رمئی ۱۹۱۵ء" (۲) ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ احمدی کی بیوی فوت ہو جائے۔ اور اندیشہ ہے کہ غیر احمدی اُس کا جنازہ نہ پڑہیں گے۔ مگر تمام گھر کے آدمی احمدی ہو لیا اور بیوی مذکورہ نے بیعت نہ کی ہو تو اس کے جنازہ کا کیا حکم؟ "فرمایا جس کا ایمان کامل نہیں ہوا اُس کے جنازہ کا کیا فائدہ" (الفضل جلد ۲ نمبر ۱۲۲ و ۱۲۳ مورخہ ۴ و ۶۔ اپریل ۱۹۱۵ء۔ صفحہ کالم اوّل)۔ (۳) "غیر احمدی کے جنازہ کے متعلق ہم نے محکمات کو دیکھنا ہے۔ محکم کیا ہے۔ مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ بلحاظ نفس نبوت یقیناً ایسے۔ جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم محکم کیا ہے۔ نبی کا منکر اولئک ھم الکافرون حقاً کے فتوے کے نیچے ہے۔ محکم کیا ہے کافر کا جنازہ جائز نہیں ہے۔ (الفضل مذکور صفحہ کالم اوّل)

دیتے۔ اور اس عقیدہ کو عقل کے بالکل مخالف بتاتے ہیں[۵۱]۔ اور سوائے مکفر و مکذب کے باقی غیر احمدیوں کا جنازہ جائز قرار دیتے ہیں[۵۲]

سلہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ۔ عبدالحکیم مرتد کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "از انجملہ ایک یہ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ "المسیح الدجال" میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے۔ کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا۔ گو وہ میرے نام سے بھی بیخبر ہوگا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہونچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے۔ کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے۔ جس میں یہ لکھا ہے۔ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افترا میرے پر کیا ہے۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بہ بداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی" پھر مولوی محمد حسین بٹالوی کے بالمقابل جب عدالت میں یہ لکھکر دیا۔ کہ میں آئندہ انہیں کافر۔ کاذب اور دجال نہیں کہوں گا۔ تو گھر میں آکر کتاب تریاق القلوب میں اس کی تصریح یوں کی۔ کہ "میرا تو شروع سے یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا"

سلہ (حضرت مسیح موعودؑ کا فتوے اور طرزِ عمل متعلق جنازہ غیر احمدیان)۔ (۱) "سوال ہوا۔ کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں بُرا کہتا تھا۔ اور بُرا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا۔ اور درمیانی حالت میں تھا۔ تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ اگر مکفر و مکذب نہ ہو تو اس کا جنازہ بیشک پڑھ لیا جاوے۔ کوئی ہرج نہیں۔ کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔" (مجموعہ فتاوے احمدیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۸۔ فتوے مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۰۲ء)۔ (۲) "جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے۔ مگر امام بہر حال احمدی ہو۔ وہ چاہیں تو الگ پڑھ لیں" (خط بنام میاں غلام قادر صاحب ساکن جیو ونجل مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۰۲ء عکس کے لئے دیکھو ٹریکٹ "نبوت اور کفر پر ایک بات" مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ۔ (۳) "شہادت

(۵) میاں صاحب ایسے نکاح کو جن میں عورت احمدی ہو اور مرد غیر احمدی ناجائز سمجھتے ہیں اور انکا تعلق زنا شوئی حرام[۵] حالانکہ دوسری طرف خود حضرت اقدس

۵؎ پیرا (ط) صفحہ ۵۵ پر دیکھو

بقیہ حاشیہ صد ۵۳ :- سید عابد علیشاہ ملہم یکے از مریدان میاں صاحب۔ "احقر کو قسم ہے۔ اس پروردگار حقیقی کی جسکے قبضۂ قدرت میں احقر کی جان ہے۔ احقر کو اس پیارے مولا کریم نے بذریعہ الہام حضرت مسیح موعود (فداہ ابی و امی و روحی و قلبی) کی شناخت عطا فرمائی اور بیعت سے مشرف کیا۔ تو حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ سخت ناراض ہو گئیں اور انھیں پھر وفات سے چند یوم پہلے احقر نے خلوت پا کر عرض کیا۔ کیا آپ کو اس عاجز پر حضرت مسیح موعود کی بیعت کرنے کے سوا، عاجز کی کسی کمزوری پر کوئی اور ناراضگی بھی ہے۔ تو جواب میں فرمانے لگے۔ کہ ہمیں اس کے سوا اور تو کوئی ناراضگی نہیں۔ آخر اسی حالت میں والدہ صاحبہ مکرمہ نے اس دنیا سے انتقال کیا۔ تو عاجز نے حضرت مسیح موعود کے عالی حضور میں بذریعہ عریضہ عرض کی۔ کہ حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ نماز جنازہ خود پڑھیں۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب (فداہ روحی) کی طرف سے مخدومی مولوی عبدالکریم صاحب کے قلم کا لکھا ہوا تعزیت نامہ شرف اصدار لایا جس میں آخر پہ تحریر تھا کہ "حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم جمعہ کے دن آپ کی والدہ صاحبہ کا جنازہ پڑھیں گے۔ ملخصاً۔ از پیغام صلح مورخہ ۸ جون ۱۹۱۵ء۔ (۲) یہ شہادت مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفٰی یکے از مریدان میاں صاحب۔ "میں اس خدائے لایزال کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاکسار کی والدہ ماجدہ کا جنازہ پڑھا تھا۔ اور میری والدہ صاحبہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ اور جناب ماموں محمد سلیمان صاحب مرحوم کا جنازہ حضرت اقدس نے میری التماس پر پڑھا تھا۔ میں نے جنازہ سے پہلے یہ بھی صحیح عرض کر دیا تھا۔ کہ آپ کو اعلےٰ درجہ کا ولی بلکہ غوث و قطب مانتے تھے۔ مگر دعوائے مسیح موعود باوجود میرے بار بار سمجھانے کے ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور اسی واسطے انھوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ مگر حضرت اقدس نے یہ سنکر مولوی عبدالکریم صاحب کو پیچھے ہٹا کر خود امام بن کر میرے ماموں صاحب کا جنازہ پڑھا تھا۔ مزید برآں میں خدا کو حاضر ناظر کر کے لکھتا ہوں۔ کہ میرے سامنے نہ صرف ایک بار بلکہ بارہا حضرت مسیح موعود نے ایسے لوگوں کے جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ جو مخالفت نہیں کرتے۔ یا خاموش ہیں۔ یا اچھا

مسیح موعود نے انہی میاں صاحب کے خسر خلیفہ رشید الدین کو ایک غیر احمدی مخالف کے ساتھ اپنی لڑکی کا ناطہ کرنے کی اجازت دی۔ حضرت قبلہ جناب مولوی نورالدین صاحب مرحوم نے وُہ نکاح پڑھایا۔ اور خود میاں صاحب اِس نکاح اور برات میں شریک[۱] تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ :۔ کہتے ہیں۔ مگر بیعت سے انکاری رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کا اس پر عملدرآمد رہا ہے۔" (ملخصاً از پیغام صلح جلد ۲۔ نمبر ۵۷ مورخہ ۱۳۔ جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۱ کالم ۲)

صفحہ ۵۴ کا نوٹ نمبر ۵ :۔ (۱) ایک سائل نے دریافت کیا۔ ایک احمدی ہے۔ بڑا پرہیزگار۔ چندہ بھی دیتا ہے۔ مگر غیر احمدی کو رشتہ لڑکی کا دیدیا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ جواب میں حضرت خلیفہ ثانی (یعنی میاں محمود احمد صاحب) نے لکھایا :" جس نے حضرت اقدس کا صریح حکم ٹال دیا وہ احمدی کہاں ہے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اور اپنی توبہ ثابت نہ کر دکھائے وُہ احمدی نہیں حضرت اقدس نے تو یہاں تک فرمایا۔ کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھو پھر جو غیر احمدی کو لڑکی دے وُہ احمدی کس بات کا ہے۔" (الفضل جلد ۲ نمبر ۱۲۱/۱۲۲ مورخہ ۳۱ مارچ ویکم اپریل ۱۹۱۵ء) - (۲) ایک صاحب نے لکھا۔ کہ ایک لڑکی دائم المریضہ ہے۔ باوجود تین سالہ تلاش کے اُس کے رشتہ کے لئے کوئی احمدی مائل نہیں ہوتا۔ پس رشتہ ایک غیر احمدی سے کرتے ہیں۔ کہ لڑکی کے رشتہ کی نسبت اس کے والدین حالت فمن اضطر کے ماتحت ہیں۔ خلیفہ ثانی نے جواب میں لکھایا۔ کہ من اضطر تو صرف کھانے کی چیزوں کے متعلق ہے۔" (الفضل جلد ۲ نمبر ۱۳۷ مورخہ ۹ مئی ۱۹۱۵ء) ۔ اصول سلسلہ کیا ہے۔ حضرت اقدس کا ارشاد۔ کہ تمھیں دُوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں۔ بکلی ترک کرنا پڑے گا (اربعین) چنانچہ آپ نے میل جول تعلقات کے جس قدر ذرائع تھے۔ نماز با جماعت۔ نکاح اُن سے روک دیا۔ (غلط اور صریحاً غلط۔ ناقل) +

[۱] خلیفہ رشید الدین صاحب کی لڑکی کے نکاح کے متعلق کوئی ثبوت دینے کی ضرورت نہیں۔ میاں صاحب کا ذاتی اخبار الفضل خود اس بات کا معترف ہے۔ کہ یہ نکاح ہوا۔ وہ اس نکاح کو بھی ناجائز سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ" کیا یہ نکاح صاحبزادہ صاحب نے پڑھایا۔ یا اُن کے صاحب اختیار ہونے کی حالت میں ایسا ہوا ہے۔ جب یہ دونوں باتیں نہیں۔ تو حضور پر کیا الزام"؟ ظاہر کرتا ہے کہ وُہ مسیح موعودؑ کے اِس صریح تعامل کو بھی ناجائز سمجھتا ہے۔ (باقی دیکھو صفحہ ۵۶ پر)

(۶) میاں صاحب کے نزدیک غیر احمدی کا ورثہ نہیں پہنچتا۔ اور نہ غیر احمدی ورثہ لینے کا حقدار ہے[۵]۔ مگر گورنمنٹ کی مجبوری کے باعث ایسا کیا جاتا ہے۔ ان وجوہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میاں صاحب غیر احمدیوں کو کس قسم کا کافر جانتے ہیں۔ اور اُن کا ایک مرید سرور شاہ نام جن کو انھوں نے حلف اُٹھانے پر مامور کر رکھا ہے۔ یہ کہکر کس قدر غلط بیانی سے کام لیتا ہے۔ کہ وُہ غیر احمدیوں کو صرف کافر بالمامور یعنے منکر مامور کہتا ہے۔ نہ کہ دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے[۲] +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵ :۔ ورنہ اس بات کے کیا معنے کہ چونکہ میاں صاحب نے یہ نکاح نہیں پڑھایا۔ اور ان کے صاحب اختیار ہونے کی حالت میں ایسا نہیں ہوا۔ اس لئے اُن پر کوئی الزام نہیں۔ گویا ضمناً حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفۃ المسیح کو اس بات کا ملزم قرار دیا گیا ہے۔ اور خود مذکورہ بالا الفاظ میں ان کے اس فعل سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ خیر کم از کم اتنا تو اعتراف کر لیا گیا۔ کہ یہ نکاح ان ہر دو محمودؔ حسین کی مرضی اور شمولیت سے وقوع پذیر ہوا۔ اور اسلئے اب پبلک اس کے جواز و عدم جواز کی نسبت خود رائے قائم کرے گی۔ میاں صاحب اُسوقت صاحبِ اختیار نہ تھے۔ لیکن شمولیت برات شمولیت نکاح سے انکار کر لینا بھی اُن کے اختیار میں نہ تھا + [۵] وراثت اور نکاح فسخ ہو جانے کا مسئلہ حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ اگر آپ کو حکومت دیجاتی۔ تو آپ ان کے متعلق بھی حکم جاری فرماتے۔ پس مسئلہ وراثت کے متعلق ہم پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جو حکومت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے متعلق فیصلہ نہیں فرمایا۔ تو اس کو پیش کیا جاوے۔ ورنہ یہ کہنا۔ کہ غیر احمدیوں کے ساتھ بعض اسلامی سلوک جائز رکھے گئے ہیں۔ ایک دعوٰے ہے جس کی کوئی دلیل نہیں" (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۷۱) اس استدلال پر اور اسکے کرنیوالے کی عقل پر افسوس۔ ہمارا ایک غیر احمدی وارث بیشک ہم سے ورثہ قانوناً لے سکتا ہے۔ اور ہم مجبور ہیں۔ لیکن اگر مورث غیر احمدی ہو تو پھر ہمیں کونسی قانون کی مجبوری ہے۔ ہم کیوں ایسا ورثہ لیں۔

[۲] اس کے متعلق خود میاں صاحب کے ایک غالی مرید میاں عمرالدین صاحب شملوی کی

(باقی دیکھو صفحہ ۵۷ پر)

(۷) میاں صاحب کی جماعت کے بعض افراد انھیں امیدوار نبوّت ٹھیرلتے ہیں۔ جو بعض کے نزدیک تیرہ سال کے بعد اُن پر نازل ہوگی۔ کیونکہ میاں صاحب کی عمر شاید ستائیس سال کی ہے۔ کم از کم شریعت کا بدلنا تو ابھی سے شروع ہوگیا ہے۔

(۸) میاں محمود احمد صاحب حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی پیش گوئی یأتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق حضرت نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی بجائے حضرت مرزا صاحب کو سمجھتے ہیں[۱]۔ اور احمد مرزا صاحب کو قرار دیتے ہیں۔ نہ کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کو۔ اور اُن کا دعوےٰ ہے۔ کہ احمد حضرت نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم کا اسم مبارک[۲] نہ تھا۔ حالانکہ اس کے بالمقابل حضرت اقدس جناب مرزا صاحب صاف طور پر اس پیش گوئی کو آنحضرت صلعم پر چسپاں کرتے۔ اور اسے وفات مسیح پر

بقیہ حاشیہ ص۵۶:۔ شہادت پیغام صلح میں بدیں الفاظ چھپی ہوئی موجود ہے۔ کہ ”مولوی صاحب (سرور شاہ) سے مسئلہ کفر و اسلام پر تمام جماعت احمدیہ کے رُوبرو گفتگو شروع ہوئی۔ تو مولانا نے پہلے ہی فرمایا کہ: ”مجھے اللہ کی قسم (واللہ باللہ ثم تاللہ) کہ حضرت میاں صاحب محمود احمد کا عقیدہ دربارہ کفر و اسلام غیر احمدیان کے وہی ہے جو حضرت مولوی محمد علی صاحب نے بذریعہ ٹریکٹ اب شائع کیا ہے۔ یہ اعتقاد اب سے ہی نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے ہے۔ خلوت۔ جلوت میں ایسا سُنا ہے۔ کہ میں غیر احمدیوں کو کافر بمعنے کافر باالماموریہی کہتا ہوں۔ اور میاں صاحب کے اِس مضمون کا مطلب بھی اتنا ہی ہے۔ کہ جس پر آج اس قدر شور مچایا جا رہا ہے۔ میاں صاحب کافر باللہ نہیں کہتے۔ بلکہ کافر باالماموریہی کہتے ہیں۔ (دیکھو پیغام صلح جلد ۱ ص۱۱۵ مورخہ ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۴ء) +

[۱] اسمہ احمد کا مصداق مسیح موعودؑ ہے۔ (القول الفصل ص۳۱) +

[۲] آپ (آنحضرت صلعم) کا نام احمد نہ تھا۔ (القول الفصل ص۳۱) ومبشرًا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد حضرت مسیحؑ نے یہ پیش گوئی فرمائی۔ کہ میرے بعد ایک رسول ہوگا۔ اور اُس کا نام احمد ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ احمد کس کا نام ہے۔ محمد صلعم کا نام ماں باپ نے احمد نہیں رکھا۔ جمالی رنگ میں آپ کا نام احمد تھا۔ (باقی حاشیہ ص۵۸ پر دیکھو)

بطور ایک دلیل کے پیش کرتے ہیں اور احمد آنحضرت صلعم کا نہ کہ اپنا نام بتلاتے ہیں[۵-۱] +

(۹) میاں محمود احمد صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کے نبی نہ ہونے کی صورت میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کو قرآن کے ارشاد رحمۃً للعالمین کے خلاف دُنیا کے لئے مُوجب عذاب قرار دیتے ہیں[۵-۲]- اور ایسی حالت

حوالہ ۹ و ۱۰ صفحہ ۵۹ پر دیکھو

بقیہ حاشیہ ص۵۷:- لیکن اسم مبارک محمدؐ ہی تھا- کیونکہ (۱) قرآن میں آپ کو احمدؐ کر کے نہیں پکارا گیا- (۲) عبادات اور دُعاؤں میں محمد صلعم ہی آیا ہے- (۳) یہ کہ آپ کے چچا عرب کے لوگ اور صحابہ میں سے کبھی کسی نے احمد نہیں کہا- (۴) یہ کہ یوم وصال تک آپ نے خطوط میں محمد (صلعم) ہی لکھا- آپ نے کبھی کسی کو ہدایت نہ کی- کہ مجھے احمد کہو- اس لئے آپ کا نام احمدؐ نہ تھا- احمدؐ صفت تھی- لیکن حضرت مسیح تو کہتے ہیں- من بعدی اسمہٗ احمدؐ- میرے بعد جو آئے گا اُس کا نام احمدؐ ہو گا- اب ہم دیکھتے ہیں- احمدؐ کس کا نام ہے- احمدؐ وہ ہے جس نے کہا کہ کہو احمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں- اور اپنے بیعت کنندوں کو کہا- کہ تم احمدی کہلاؤ- (الفضل جلد ۱۱ مورخہ ۱۸- اپریل ۱۹۱۴ء) +

۵-۱ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشرًا برسولٍ یأتی من بعدی اسمہٗ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں- جو میرے بعد یعنے میرے مرنیکے بعد آئے گا- اور نام اس کا احمد ہو گا- پس اگر مسیح اب تک اس عالم خاکی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے- کہ ہمارے نبی صلعم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا- تب آنحضرت صلعم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے- وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے- اور ضرور ہے کہ آنا اور جانا ایک ہی رنگ کے ہوں یعنی ایک نبی اُس عالم کی طرف چلا گیا- اور ایک اس عالم کی طرف سے آیا (آئینہ کمالات اسلام ص۴۲)- پھر لکھا ہے- جبکہ آنحضرت صلعم شکم آمنہ عفیفہ میں تھے- تب فرشتے نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا- کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے- جو عظیم الشان نبی ہو گا- اُس کا نام احمد رکھنا" (باقی حاشیہ صفحہ ۵۹ پر دیکھو)

ہیں وہ دنیاں کے تمام نبیوں کی نبوت سے انکاری ہیں۔[۵۱]

(۱۰) ان کا بیان ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا آپ کی اُمت میں تیرہ صد برس تک سوائے مرزا صاحب کوئی متبع نہیں ہؤا۔ اور تمام اولیائے اُمت اور

بقیہ حاشیہ ص۵۵ :۔ پھر لکھا ہے" اور اس کے رسول امی پر درود اور سلام ہو جسکا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں۔ کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کیئے گئے۔ تو سب سے اوّل یہی دو نام پیش ہوئے تھے۔ پھر فرماتے ہیں" اسی واسطے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمدؐ کے نام سے موسوم نہیں ہؤا کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثناء ایسی نہیں کی جیساکہ آنحضرت صلعم نے" اور "یہ دونوں اسم ہمارے نبی صلعم کے لیئے ابتداءِ دُنیا سے رکھے گئے" " نبی کریم حقیقی طور پر اس نام احمد کے مصداق ہیں۔ نجم الہدیٰ ص۶و۲ وحقیقۃ الوحی ص۳۴۲۔ مفصّل حوالجات کے لئے دیکھو رسالہ اسمہٗ احمد مرتبہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے +

۵۲ "نبوت مسیح موعودؑ سے انکار کرنا درحقیقت اسلام کی کمزوری۔ اور آنحضرت صلعم کے فیضان کی کمی۔ بلکہ آپ کا دُنیا کے ایک عذاب ہونے کا اقرار کرنا ہے" حقیقۃ النبوۃ ص۲۵۶۔ آنحضرت صلعم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم نے دُنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔ اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالےٰ نے اِس انعام کو بند کردیا۔ اب بتاؤ۔ کہ اِس عقیدہ سے رحمۃ اللعالمین ثابت ہوتے ہیں۔ یا اس کے خلاف (نعوذ باللہ من ذالک)۔ اگر اِس عقیدہ کو تسلیم کیا جائے۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ آپ (نعوذ باللہ) دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے۔ (حقیقۃ النبوت ص۱۸۷) +

۵۳ حضرت موسےٰ اور حضرت مسیحؑ کی نبوت جن دلائل اور جن الفاظ سے ثابت ہوتی ہے۔ اُن سے بڑھ کر دلائل اور صاف الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق موجود ہیں۔ ان کے ہوتے اگر مسیح موعودؑ نبی نہیں۔ تو دُنیا میں آج تک کبھی کوئی نبی ہؤا ہی نہیں۔ (حقیقۃ النبوت ص۲۰۱) +

مجددین نیز صحابہ کرامؓ۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ کو بھی وہ آنحضرت صلعم کا کامل متبع نہیں سمجھتا۔ حالانکہ دُوسری طرف خود حضرت مرزا صاحب جناب شیخینؓ کی خاکِ پا ہونے میں اپنا فخر ظاہر فرماتے ہیں۔ اور دیگر اولیائے اُمّت کو بھی آنحضرت صلعم کا کامل متبع قرار دیتے ہیں +

الغرض یہ عقاید ہیں اس شخص کے۔ اور اس کی جماعت جو آج لوگوں کو احمدیت کی طرف بُلاتا ہے۔ آہ ایک شوقِ خلافت نے اِس نوجوان کو کہاں سے کہاں تک پُہنچا دیا۔ احمدی جماعت سوچے اور خوب سوچے کہ کِس طرح ایک غلطی ہزار ہا غلطیوں کا موجب ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے بیعت بھی کر لی ہے وُہ سوچیں۔ کہ کیا یہ عقاید فاسد احمدی جماعت کے وہم و گمان میں بھی تھے یہ کیوں؟ یہ صرف شوقِ خلافت۔ تم جب خاتم النبیین کے بعد کِسی کو نبی بناؤ گے۔ تو پھر یقیناً یہ گندے عقائد تم کو آہستہ آہستہ قبول کرنے ہوں گے ہر ایک نیا اعتراض نئے عقیدہ کے اختراع پر مجبُور کرے گا۔ الغرض ان سب کی جڑھ خلافت جدیدہ۔ اور ایسی خلافت کے منکروں کو فاسق ٹھیرانا ہے۔ یہ بات بھی میاں صاحب کے مریدین کے غور کرنے کے لئے ضروری

ئ ۱ ؎ میرا یہاں تک مذہب ہے۔ کہ تیرہ صد سال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک اُمّت محمدیہ میں کوئی ایسا انسان نہیں گذرا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ایسا فدائی اور ایسا مطیع اور ایسا فرماں بردار ہو۔ جیسا کہ حضرۃ مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ کو اللہ تعالےٰ نے اِس اُمّت میں سب اِنسانوں پر فضیلت دی ہے۔ تو اس کے دُوسرے معنے یہ بھی ہیں۔ کہ اس اُمّت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا کوئی متبع نہیں ہوُا +

ئ ۲ ؎ ہمارے لئے یہ بجا فخر ہے۔ کہ ہم ان (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ) کے خاکِ پا رہیں۔ کہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم دوبارہ

معلوم ہوتی ہے۔ کہ میاں صاحب اِس اشتہار زیر بحث سے کچھ پہلے ایک خطبہ پڑھتے ہیں جس میں آپ زور دیتے ہیں۔ کہ ہم کو تدریج سے کام لینا چاہیئے۔ گویا وہ اپنی جماعت کو اس اشتہار کے لیئے تیّار کرتے ہیں۔ وُہ جماعت جس کو لاہوری جماعت سے الگ کرنے کے لیئے۔ اور اُن کے جذبۂ غلو سے فایئدہ اُٹھانے کے لیئے بار بار یہ لکھا گیا۔ کہ لاہور والے حضرت اقدس کے درجہ کو گھٹا رہے ہیں۔ جو حضرت صاحب کو بطور نبی نہیں پُکارتے اب جو کسی خاص مصلحت پر میاں صاحب کو اس اشتہار کی ضرورت پڑی تو سب سے پہلے آپ کو اپنی جماعت کا فکر پڑا۔ اِس لیئے آپ نے اشتہا سے پہلے ایک خطبہ پڑھا۔ جس میں مصلحت و تدریج پر زور دیا گیا۔

افسوس! میاں صاحب کو کہاں تک انسان نیک نیّتی سے منصف کرے۔ کیاں میاں صاحب اپنے آپ کو اور حضرت خواجہ صاحب کو دو مختلف پیمانوں سے نہیں ماپتے۔ میاں صاحب سوچو۔ اور شرافت اور دیانت سے اِس امر کا جواب دو۔ ایسا ہی میاں صاحب کی جماعت بھی اِس دو رنگی پر غور کرے۔ کیوں وُہ امر جو میاں صاحب کو جائز ہے۔ خواجہ صاحب کو جائز نہیں۔ دیکھو قرآن کیا کہتا ہے :۔

تعاونوا علے البرّ والتقوےٰ ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان۔ کیا آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم نے معاذ بن جبل کو ابتدائے مراحل تبلیغ میں صرف لا الہ الا اللہ کی تعلیم پر ہی اکتفاء کرنے کا حکم نہیں دیا۔ خواجہ صاحب تو محمدؐ رسول اللہ اور نماز اور دیگر ارکان اسلام اور قرآن تک بھی تلقین کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰ :۔ پیدا ہوں۔ اور پھر اُن کا فیض صحبت نصیب ہو۔ از تقریر حضرت اقدس مندرجہ "دین الحق۔ یا ہمارا مذہب" روایت کردہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ✦

پھر خواجہ صاحب کا یہ طریق عمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں نہیں؟ پھر کیوں خواجہ صاحب کا یہ کام مذموم ہے؟ خدا کی نشان میاں صاحب خود۔ اور اُن کے ۳/۴ مرید خواجہ صاحب کے کام کو حقیقی اسلامی کام سمجھتے تھے۔ پھر اب کام تو وہی ہے۔ آج کیوں اُس کام کو غلط قرار دیا جاتا ہے؟ کیا ایسی جماعت بھی قابل ناز و فخر جماعت ہے۔ جن میں کوئی اپنی رائے نہیں۔ کوئی دیانت و امانت نہیں۔ کام وہی۔ نتائج وہی طریق عمل وہی۔ قبلہ نورالدین نے کہا تو عین اسلام۔ محمود نے کہا تو بالکل کفر۔ شرم ! شرم !! شرم !!!

یہ تو سچ ہے۔ کہ احمدیت جس کے معنے ہمارے نزدیک صرف چودھویں صدی کی مجددیت ہے۔ اِس کا انکار منکر پر بفحوائے فتوائے نبی کریم صلعم موت جاہلیت وارد کرتا ہے۔ لیکن جس احمدیت کی طرف میاں صاحب لوگوں کو بلاتے ہیں۔ یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب کی حقیقی اور مستقل نبوت وہ موت جاہلیت سے بچانا تو در کنار۔ انسان کو موت ضلالت کے نیچے لے آتی ہے۔ لیکن ہمارے غیر احمدی مسلم بھائی اِس تمام واقعہ سے کسی ابتلا میں نہ پڑیں۔ وہ اپنے آپ سوچیں اور سمجھیں۔ خدا نہ کرے کہ حدیث نبوی کے لفظ غلط جاویں۔ آخر اِس صدی کے سر پر کسی نے تو مجدد ہونا تھا۔ مجدد کو خدا تعالےٰ نے پیدا کرنا تھا۔ اِس کا ظہور منہاج نبوت پر ہونا تھا۔ لفظ بعثت جو مجدد والی حدیث میں آیا ہے اِس کا تقاضا ہے۔ کہ وہ مجدد خود خدا سے الہام پاکر اپنے منصب کو نبیوں کی طرح خود اعلان کرے۔ شیخ عبدالقادر قدس اللہ سرہ۔ امام غزالی۔ شیخ احمد سرہندی۔ شاہ ولی اللہ۔ سید احمد بریلوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔ یہ سب کے سب مجدد ہی تھے۔ اِن سب نے خدا سے ہی اطلاع پائی۔ پھر کیوں حسب سُنت مستمرہ اِس صدی کا مجدد نہ ہوتا۔ وہ

خود ہی خدا سے اطلاع پاکر اپنی مجددیت سے لوگوں کو اطلاع نہ دیتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اور یہ وہی مجدد ہے۔ جس کے متعلق اس کے صاحبزادہ نے آج غلو کر رکھا ہی اور یہ غلو بھی دراصل اُس کے دعوے کی تصدیق کرتا ہے۔ غلبہ نصاریٰ جو اس وقت ہے اسی کے مقابلہ کے لیئے اس صدی کے مجدد کو مسیح بناکر بھیجا گیا۔ اس کی اور مسیح ناصری کی مماثلت بھی اِس غلو کو چاہتی تھی۔ کیا آنحضرت صلعم نے نہیں فرمایا۔ کہ میری اُمت میں بھی مغضوب اور ضال ہونگے۔ کیا مغضوب اور ضال جو اسرائیلی قوم میں پیدا ہوئے وہ محض ایک وجود کے انکار اور غلو محبت سے مغضوب اور ضال نہیں ہوگئے۔ مسیح ناصری اسرائیلیوں میں پیدا ہؤا۔ جنھوں نے اُس پر غضب کیا۔ وُہ مغضوب ہوئے جنھوں نے اسے صرف ایک نبی اور خدا کا مرسل سمجھا۔ وہ انعام یافتہ اور صراط مستقیم پر ٹھیرے۔ ہاں جنھوں نے اُس کے اصلی منصب پر غلو کیا اور اس کی نبوت پر ابنیت کو ازدیاد کیا۔ وہ ضالین ہوئے۔

اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمانا۔ کہ میری اُمت میں بھی انعام یافتہ اور مغضوب اور ضال ہونگے۔ چاہتا تھا۔ کہ اُمت مرحومہ کا بھی ایک مسیح ہو۔ اور اس کے متعلق بھی تین گروہ ہوں۔ بعض وہ ہوں جو اُس کو اس کے اصلی دعوے میں قبول کریں بعض وہ ہوں جو غضب کے ساتھ اُس کے ساتھ سلوک کریں۔ اور بعض وہ جو اپنی اغراض کے لیئے یا غلو محبت کے لیئے اس کے اصلی دعوے پر ازدیاد کریں۔ اب اگر مرزا صاحب ہی وہ مسیح موعود ہیں۔ تو جہاں تک مغضوب جماعت کا سوال ہے۔ وُہ جماعت متحقق ہے۔ وہ وہی ہیں جو اُس کے دشمن ہیں۔ جو اُس کو اسرائیلی مغضوبوں کی طرح کافر اور کاذب قرار دیتے ہیں۔ یعنی مغضوب وہ ہیں جو اس محمدی مسیح کے مکفر اور مکذب ہیں۔ اب انعام یافتہ اور ضال کون ہیں۔ ضرور ہے۔ کہ یہ دونوں گروہ اِس کے ماننے والے ہوں۔ اس وقت اس کے ماننے والے دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک اہل لاہور مثلاً حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایدہما اللہ تعالےٰ وغیرہ اور دُوسرے وُہ جن کا سردار مرزا محمُود احمد مشتہر اشتہار "تبلیغ احمدیت" ہے

اہل لاہور حضرت مرزا صاحبؑ کو صرف اسی قدر مانتے ہیں جس قدر اس اشتہار میں خود میاں محمود احمد صاحب نے پیش کیا ہے یعنی مجدّد اور مسیح موعود۔ نہ کہ نبی۔ ہاں میاں محمود احمد صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کو مجدّد کے علاوہ حقیقی اور مستقل نبی مانتا ہے۔ اب خود ظاہر ہے کہ ان دونوں میں ضالین کا گروہ کون ہے۔ اور کس نے اصلی دعوئے مرزا صاحب پر غلو سے کام لیا ہے۔

اس موقع پر یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ ضالین کا گروہ اگر امت محمدیہ میں سے ہونا ہے۔ اور وہ ایک مسیح کی ذات سے وابستہ ہے۔ تو وہ مسیح موعود کی زندگی میں ہو ہی نہیں سکتا۔ اس ضلالت سے تو مراد وہ غلو ہے جو مسیح موعود کے رتبہ کو بڑھانے میں اس کے متبعین نے کرنا ہے۔ اور یہ غلو اُس کی زندگی میں نہیں ہو سکتا۔ وہ اس غلو کو دُور کر سکتا ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ خود حضرت صاحب کی زندگی میں کل جماعت کا ایک ہی قسم کا عقیدہ تھا۔ کوئی تفریق نہ تھی۔ ضال اور انعام یافتہ تو دو الگ فریق ہیں۔ اس وقت تو سارے کے سارے انعام یافتہ تھے۔ ہاں ضال تو بعد ہی میں پیدا ہوئے۔

حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کو مجدّد قبول کرنا کل اہل اسلام کا فرض ہے۔ مجدّد وقت کی تکذیب تو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تکذیب ہے۔ اور وہ دن بہت قریب ہے جب لوگ جوق در جوق اس مجدّدِ وقت کے مشن کو سر اور آنکھوں پر رکھیں گے۔ اور ایک زمانہ احمدی کہلائے گا۔ اس لئے نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا نام احمدؑ تھا۔ بلکہ اس لئے۔ کہ آپ آنحضرت صلعم کی جمالی صفت کے مظہر تھے۔ لیکن بدبختی ہے اس روح کی۔ جو میاں محمود احمد صاحب کی بیعت میں آکر جناب مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرے اور ضلالت اپنے لئے خریدے۔ اس موقعہ پر ہم یہ لکھنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ میاں صاحب اس اشتہار پر غالباً بعض بیرونی تحریکات و تجارب سے بھی مجبور ہوئے ہیں۔ اُن کے مبلّغین کو غیر احمدیوں میں اپنے معتقدات کے اظہار کی جرأت ہی کہاں ہے۔ وُہ جہاں جاتے ہیں مرزا صاحب کو بطور مجدد ہی پیش کرتے ہیں۔ بلکہ ہم نے سُنا ہے۔ کہ اُن کے مبلّغین سے جب حیدرآباد میں بعض وقت دریافت کیا گیا

تو اُنھوں نے مرزا صاحب کو نبی کہنے سے انکار کیا ہے۔ بلکہ میاں صاحب کے عقیدہ نبوت مرزا صاحب سے بھی تبرّا کیا۔ لیکن پبلک خوب آگاہ رہے۔ یہ مبلّغین منافق ہیں۔ اگر یہ میاں محمود احمد صاحب کے تنخواہ خور مرید ہیں۔ تو بالضرور یہ مرزا صاحب کو نبی اور غیر احمدیوں کو کافر جانتے ہیں۔ یہ ایک خطرناک ضلالت ہے۔ جو ان لوگوں نے اِس امّت میں تیرہ صد برس بعد اٹھائی ہے۔ اگر قادیان کے مبلّغ اس ضلالت سے انکار کریں۔ تو ان سے تحریری بیان لیئے جاویں۔ اور ان کے توبہ نامے شائع کرائے جائیں۔ ورنہ یہ لوگ محض ملک کو دھوکا دیتے ہیں۔ اگر مرد ہیں تو پھر علی الاعلان اپنے عقیدہ نبوت مرزا صاحب کا اعلان کریں۔

ہم نے مرقومہ بالا سطور میں پبلک کے سامنے حضرت اقدس مرزا صاحب کے اصل دعاوی ان کے اپنے الفاظ میں اور اس کے بالمقابل میاں محمود اور اس کی جماعت کے عقائد کو بالوضاحت پیش کر دیا ہے۔ ان صاف اور کھلی کھلی باتوں کو دیکھ کر ہمیں امید نہیں۔ کہ کوئی اس قادیانی گدی نشین یعنے صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بعیت ہونا پسند کرے۔ جبکہ وہ صریح طور پہ نہ صرف اپنے مرشد اور والد بزرگوار کے خلاف راہ پر ہی قدم مار رہا ہے۔ بلکہ اسلام سے بھی کوسوں دور راہ پر پبلک کو

ف اِس کے متعلق اخبار اہلحدیث جلد ۱۲ نمبر ۳۰۔ مورخہ ۱۸۔ مئی ۱۹۱۵ء میں مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری کی شہادت صاف طور پہ بدیں الفاظ چھپی ہوئی موجود ہے کہ :۔

"یہ خاکسار قادیان کے ایک بڑے مولوی صاحب سے جو حضرت میاں محمود کی طرف سے تبلیغ کے لیئے دکن حیدر آباد میں تشریف لائے ہیں۔ اثنار گفتگو میں دریافت کیا۔ آپ حضرت غلام احمد کی نسبت حقیقی نبی ہونا یقین رکھتے ہیں۔ جواب میں جھٹ کہدیا۔ کہ ہم تو اُن کو ظلّی نبی مانتے ہیں۔ پھر مَیں نے کہا۔ کہ آپ اپنے خلیفہ صاحب (میاں محمود) کو کیوں نہیں منواتے کہنے لگے کہ ہم اُن کے عقیدہ کے جوابدہ نہیں۔ مَیں نے کہا مرشد محمود کا ارشاد ہے نبی حقیقی مانو۔ مریدوں کا یہ اعتقاد ہم نہیں مانتے پھر اُس پر یہ اقرار کہ اپنے خلیفہ صاحب کو سچے اور برحق خلیفہ مانتے ہیں۔ کیا خوب حیدر آباد دکن کے اکثر احمدی جو میاں صاحب کے طرفدار ہیں وہ اپنے امام

لے جانا چاہتا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی ہم نے غیر احمدی پبلک کے سامنے احمدیت کا صحیح مفہوم اور احمدی ہونے کا صحیح راستہ بھی صاف طور پر پیش کر دیا ہے۔ جس کو سمجھنے کے بعد اس پر گامزن ہونے کے لیئے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل۔بی۔ جو گروہ لاہور کے امیر بھی ہیں۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی۔ مسلم مشنری انگلستان اور حضرت مولینا مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور کے ذریعہ اس مصلح وقت مسیح موعودؑ اور مجدد صدی چہار دہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شناخت کرنے والوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ پس غیر احمدی پبلک میں سے اُن نیک دل اور پاک باز افراد کو جو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے کچھ بھی دلچسپی رکھتے اور اس خادم دین جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر خصوصیت سے چوکنا رہنا چاہیئے۔ تا ایسا نہ ہو کہ کسی دُوسرے کے چکمہ میں آکر خواہ مخواہ کی ضلالت مول لے لیں۔ ایک شخص عمرالدین نام شملوی کا واقعہ بہت ہی عبرت انگیز ہے۔ اس کو سید سرور شاہ نام میاں صاحب کے تنخواہ خور نے حلف لے کر یقین دلایا۔ کہ ہم اور میاں صاحب غیر احمدی کلمہ گو کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔ آج منشی عمرالدین آہستہ آہستہ ضلالت کے اس مقام پر پہونچ گیا۔ اور علے الاعلان شملہ میں ہر کلمہ گو کو جس نے مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی کافر کہتا ہے۔ جیسے سرور شاہ کی شملہ والی قسم کا یہ حشر ہوُا۔ ویسے ہی اس کی اور حلف ہیں۔

انھیں چاہیئے۔ کہ مندرجہ بالا حوالجات خود کتابیں کھول کر پڑھیں۔ اور کسی ایسے شخص کے کہنے پر ہرگز اعتبار نہ کریں۔ جو محض زبانی قیل و قال سے ان کا بطلان کرنا چاہیئے ۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۶۵:۔ کے عقیدہ کے خلاف ہیں۔ حضرت غلام احمد کی نسبت ظلی نبی یعنی ولی اللہ ہونے کا صحیح عقیدہ رکھتے ہیں۔

نوٹ

یہ مضمون لکھا جا چکا تھا۔ کہ اتفاق سے میاں محمود احمد صاحب بمعہ اپنے کثیر التعداد مریدین کے لاہور تشریف لے آئے۔ اور یہاں چار پانچ دن تک ان کے مریدین کے وعظ و لیکچر کا سلسلہ جاری رہا۔ اور پھر گذشتہ ۸ر جولائی کو خود میاں محمود احمد صاحب نے خصوصیات سلسلہ احمدیہ پر لیکچر دیا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ان پبلک جلسوں میں نہ تو میاں صاحب نے اور نہ ہی اُن کے مریدین نے علانیہ نبوّت مسیح موعود کو پیش کیا۔ اور نہ ہی مخاطب غیر احمدیوں کو یہ نصیحت کی۔ کہ تم اپنے ایمانوں کا فکر کرو۔ ورنہ مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے تم کافر ہو برخلاف اس کے میاں صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی بتایا۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب کو آپ صلے اللہ علیہ وسلّم کے غلاموں میں سے ایک غلام ٹھیرایا۔ اور نائب رسول صلعم کے طور پر پیش کیا۔ ایسا ہی اُن کے ایک مرید حافظ روشن علی نے آیت اسمہ احمد کی پیش گوئی کا مصداق آنحضرت صلعم کو ہی ظاہر کیا۔ الغرض ان لوگوں نے یہاں بھی وہی منافقانہ روش اختیار کی۔ جو اس اشتہار تبلیغ احمدیت میں کی ہے۔ جس پر تمام غیر احمدی پبلک نے تعجب کا اظہار کیا۔ اور سب نے اس منافقانہ روش سے اپنی عدم دلچسپی ظاہر کی۔ پھر جب میاں صاحب کے لاہوری مریدین نے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ اور دیگر برادران احمدیہ کو میاں صاحب کی تقریر سننے کی دعوت دی۔ تو اُس کے جواب میں انھیں مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام پر میاں صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب کی ایک ہی پلیٹ فارم پر متقابلہ پبلک تقاریر کے لیئے کہا گیا۔ لیکن اُنھوں نے پبلک میں اپنے عقاید کو بیان کرنے سے پہلوتہی کی۔ اور طرح طرح کے عذرات لنگ سے اس بات کو ٹالنا چاہا اور ٹال دیا۔ اُنھوں نے کہا۔ کہ تقاریر

پبلک میں نہیں ہونی چاہئیں۔ بلکہ جلسۂ تقاریر میں ٹکٹوں کے ذریعہ سے داخلہ ہو اور یہ بالکل منافقانہ طرزِ عمل تھا۔ جو اُنھوں نے برتنا چاہا یعنی یہ کہ پرائیویٹ جلسہ میں وہ آزادی سے اپنا اعتقاد متعلقہ نبوّت بیان کر سکیں گے۔ اور پبلک جلسہ میں ایسا کرنے میں اُن کو لوگوں کے بگڑ جانے کا خوف تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

خاتمہ

مرزا یعقوب بیگ